www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المُرشد

لاہور

مارچ 2000

اللہ نے کعبے کو پاکیزہ گھر قرار دیا ہے' لوگوں کے قیام کے لیے (المائدہ۔97)

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے ــــ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المُرشد

لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

اس شمارے میں

1	امریکی صدر کا دورہ		
	غیرت اور خودداری کا مظاہرہ کریں (اداریہ)	محمد اسلم	3
2	نشان عبرت	امیر محمد اکرم اعوان	5
3	حضورؐ کی مدنی زندگی، حرکیت کا لازوال درس	محمد زاہد	10
4	سی ٹی بی ٹی..... اصل حقائق	جنرل (ر) حمید گل	15
5	کلام شیخ	سیماب اویسی	18
6	لذت آشنائی	امیر محمد اکرم اعوان	19
7	تم راہ حق کے راہی	مولانا مسعود اظہر	26
8	قلب اور کلام اللہ	امیر محمد اکرم اعوان	30
9	حیات مبارکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	قسط نمبرا	37
10	فرض عین اور فرض کفایہ میں فرق	امیر محمد اکرم اعوان	41
11	نماز پڑھ پیشتر اس کے کہ.....	عطاء الحق قاسمی	48
12	پتھر کے گولے سے ایٹم بم تک	نواز خان ترین	51
13	حکمران ملکی مفاد کے خلاف اقدام سے باز رہیں	جاوید چودھری	55
14	رابطہ عوام	امیر محمد اکرم اعوان	57
15	کتابوں پر تبصرہ	ڈاکٹر ریاض مجید	60
16	رہبر تصوف کی مہکتی باتیں	حضرت اللہ یار خانؒ کے ارشادات	64

جلد نمبر 21 شمارہ نمبر 8

مارچ 2000ء

مدیر ـــــ چوہدری محمد اسلم

نائب مدیر ـــــ الطاف قادر گھمن

سرکولیشن مینجر ـــــ رانا جاوید احمد

کمپیوٹر گرافکس ـــ اعجاز احمد اعجاز

CLP No. 3

قیمت 20 روپے

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات	بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	175 روپے	2700 روپے	برطانیہ اور یورپ	25 سٹرلنگ پاؤنڈ	130 سٹرلنگ پاؤنڈ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	400 روپے	4000 روپے	امریکہ	45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
مشرق وسطیٰ کے ممالک	90 سعودی ریال	700 سعودی ریال	کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

رابطہ آفس۔ دار العرفان، عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی، فیصل آباد۔ فون 727410

ناشر۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

ہیڈ آفس۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 5180467

www.naqshbandiaowaisiah.com

امیر محمد اکرم اعوان کا مدیر 'المرشد' محمد اسلم کے نام جوابی خط

"ملک بھر میں عید ایک ہی دن نہ ہونا باعث تعجب نہیں"

"پاکستان میں اوقات کو سعودی عرب کے تابع کرنا زیادتی ہوگی"

پاکستان کے مختلف علاقوں میں اس بار بھی عید الفطر مختلف دنوں میں منائی گئی۔ بعض علاقوں میں سعودی عرب کے ساتھ جمعہ کو ہی عید منائی گئی تھی، بعض میں ہفتہ کو عید منائی گئی جبکہ اکثریت نے اتوار کے روز عید منائی۔ ملک میں ایک ہی روز عید الفطر نہ منائے جانے پر اخبارات میں سخت رد عمل دیکھنے میں آیا۔ علماء اور دانشوروں نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ بعض نے رویت ہلال کمیٹی کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اسے ختم کرنے کا مطالبہ کیا اور کچھ نے یہ کہا کہ پاکستان میں رویت نظر آنے یا نہ آنے کا فیصلہ کمپیوٹر کے ذریعے کیا جائے جبکہ بعض نے عید الفطر کو سعودی عرب میں رویت کے حساب سے منانے کی تجویز پیش کی۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ "المرشد" کے مدیر محمد اسلم نے "المرشد" قارئین کی رہنمائی کے لئے امیر محمد اکرم اعوان صاحب سے رابطہ کیا۔ انہوں نے مدیر "المرشد" کے نام اپنے خط میں رہنما سطور لکھ کر ارسال کیں۔ مولانا اکرم اعوان صاحب کا خط پیش خدمت ہے۔

"جہاں تک رویت ہلال کا تعلق ہے تو یہ بات درست ہے کہ اس کا فیصلہ ماہرین فلکیات کی رائے لیکر کیا جانا چاہئے اور غالباً نیوی اور ایئر فورس کے ماہرین اور آلات سے مدد بھی لی گئی ہے مگر ایک اخباری خبر یہ بھی تھی کہ ہفتہ کی عید پر اربوں روپے کا جوا لگا ہوا تھا کیونکہ سعودیہ میں جمعہ کو عید ہو گئی تھی تو غالباً بکیوں نے عید اتوار پر ٹال کر بہت سا روپیہ ہضم کر لیا" واللہ عالم"

دراصل چاند اور اس سے متعلقہ عبادات کا تعلق چاند کے اس دائرہ کار سے ہے جہاں اس کا نظر آنا ممکن ہے اور یہ تقسیم طول بلد کے حساب سے کی جاتی ہے کہ اگر چاند لاہور میں نظر آئے تو زمین کے کتنے حصے پر رویت ممکن ہے وہاں روزہ ہوگا یا عید ہوگی۔ اس کے مغرب میں دوسرے روز جیسا کہ حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ "اپنی رویت پر روزہ رکھو اور اپنی رویت پر افطار کرو، یعنی عید کرو" گویا مختلف علاقوں کی رویت مختلف ہو سکتی ہے اور یقیناً" ہوتی ہے یہ کہنا کہ اوقات کو سعودیہ کے تابع کر دیا جائے زیادتی ہے۔ میرے خیال میں اتنا نادان تو کوئی بھی نہیں ہو سکتا، ہاں سعودیہ کی خوشنودی مقصود ہو تو الگ بات ہے۔"

www.naqshbandiaowaisiah.com

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ۔ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

امریکی صدر کو پاکستان بلوانے کی لئے منتیں

حکمران غیرت اور خودداری کا مظاہرہ کریں

آج کل اخبارات میں میں امریکی صدر بل کلنٹن کے دورہ برصغیر کا بڑا چرچا ہے۔ ان کے دورہ کی حمایت، مخالفت اور اس کے خطے پر اثرات کے حوالے بڑی بڑی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ یاد رہے کہ صدر کلنٹن مارچ میں بھارت اور بنگلہ دیش کا دورہ کر رہے ہیں اور پاکستانی حکومت امید لگائے بیٹھی ہے کہ وہ پاکستان کا بھی دورہ کریں گے۔ تادم تحریر اس بات کا حتمی فیصلہ نہیں ہوا کہ کلنٹن پاکستان آئیں گے یا نہیں اور پاکستان میں یہی موضوع اس وقت سیاسی اور صحافتی حلقوں میں زیر بحث ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ پاکستانی دفتر خارجہ اور حکومت کے اعلیٰ عہدیدار صدر کلنٹن کو پاکستان میں قیام کے لئے جس بھونڈے انداز میں، منتوں اور ترلوں کے ذریعے دعوت دے رہے ہیں وہ کسی غیرت مند اور خوددار قوم کو زیب نہیں دیتا۔ اگر تو صدر کلنٹن اپنی مرضی سے پاکستان رکنا چاہیں تو علیحدہ بات ہے لیکن التجاؤں کے ذریعے انہیں پاکستان آنے کی دعوت دینا ملک و قوم کی عزت داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔

حکومتی عہدیدار قوم کے سامنے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ قومی سلامتی اور تحفظ کے خلاف امریکہ کا کوئی مطالبہ منظور نہیں کریں گے اور نہ ہی اس سلسلہ میں ان پر کوئی دباؤ ہے، اسی تاثر کی بنا پر یہ کہا جارہا ہے کہ امریکی صدر کے دورہ پاکستان کے موقع پر ملک و قوم کے مفادات کے خلاف کوئی امریکی خواہش پوری نہیں کی جائے گی لیکن قوم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ضروری نہیں کہ کلنٹن کا دورہ پاکستان ہی امریکی ایجنڈے کی تکمیل کا باعث بنے گا بلکہ ہمارے حکمران پہلے ہی امریکی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہیں جو کہ قابل تشویش بات ہے۔

صدر کلنٹن پاکستان آئیں گے یا نہیں؟ اس بحث سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں پاکستان کو کیا حاصل ہوگا؟ کیا اس دورے سے مسئلہ کشمیر حل ہو جائے گا یا پاکستان کی اقتصادی حالت بہتر ہو جائے گی۔ ماضی کے تجربات اور مشاہدات کا جائزہ لیا جائے تو اس کا جواب نفی میں ملتا ہے۔ حقیقت تو یہی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے کہ امریکہ کو صرف اور صرف اپنے مفادات سے غرض ہے اور اسے پاکستان یا مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ افسوس کہ ہمارے حکمرانوں کو یہ سادہ سی بات سمجھ نہیں آتی۔ آج تک کسی بھی مسئلہ پر امریکہ نے پاکستان کی حمایت نہیں کی بلکہ الٹا اقتصادی پابندیوں کے ذریعے ہمیشہ ہمیں دبانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ ہمارے حکمران' ان کے پاس جائیں یا ان کے کوئی نمائندہ ہمارے پاس آئے۔ ان کا تو ہمیشہ یہی مطالبہ رہا ہے کہ جہادی تنظیموں پر پابندی لگائی جائے' مدرسے بند کرائیں جائیں۔ کشمیر' افغانستان' چیچنیا اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کی اخلاقی حمایت بھی بند کی جائے اور جب سے پاکستان ایٹمی قوت بنا ہے امریکہ نے کسی نہ کسی طرح پاکستان کو دبانے کی کوشش کی ہے۔ اب ایک عرصہ سے پاکستان پر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے لئے دباؤ بڑھایا جارہا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے خود امریکی کانگریس نے سی ٹی بی ٹی کی توثیق کرنے سے انکار کردیا ہے اور وہی امریکہ' پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیں اور ہمارے بھولے بھالے حکمران امریکہ کے فریب میں آکر اپنی موت کا سامان کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں حکمران ماضی کی تجربات سے سبق کیوں نہیں سیکھتے تاریخ گواہ ہے کہ آج تک امریکہ نے پاکستان کے ساتھ کیا گیا کوئی ایک وعدہ بھی پورا نہیں کیا۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں معرکہ کارگل کے وقت سابق وزیراعظم نواز شریف نے صدر کلنٹن سے ملاقات کے بعد قوم کو کشمیر کے حوالے سے جو خوشخبریاں سنائی تھیں وہ محض ڈھونگ' دھوکہ اور فریب ہی ثابت ہوئیں اور نواز شریف امریکی صدر کے ساتھ تصاویر اتروا کر یہ سمجھ بیٹھے کہ انہوں نے بہت بڑا معرکہ سر کرلیا۔

ہمارے حکمران امریکہ کو اپنا خدا اور ان داتا سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اگر امریکہ خوش رہے تو ان کی حکمرانی قائم رہے گی۔ حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ افغانستان' سوڈان اور ایران کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں انہوں نے امریکہ کو جوتے کی نوک پر رکھا اور امریکہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ مذکورہ ممالک میں امریکہ کو بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے کہ امریکی صدر کہاں آتا اور کہاں جاتا ہے۔ کلنٹن خوشی سے برصغیر کا دورہ کریں' اور اگر ان کا جی چاہے تو پاکستان بھی ٹھہریں' لیکن ہمارے حکمرانوں اور دفتر خارجہ کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ پاکستان خوددار اور غیرت مند مسلمانوں کا ملک ہے اور ایک خوددار اور غیرت مند قوم التجاؤں سے امریکی صدر یا کسی اور کو پاکستان بلوانا اپنی شایان شان نہیں سمجھتی۔ ویسے بھی اس دورے کے فوائد و نقصانات کا جائزہ لینے سے پہلے سوچنے اور غور کرنے والی اصل بات تو یہ ہے اگر ہمارے حکمران امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں معاونت کررہے ہیں تو انہیں ایسا کرنے سے روکا جائے۔ کیونکہ قوم پاکستان میں کسی نام نہاد "امریکی ٹھیکیدار" کی چودھراہٹ نہیں چلنے دی گی۔ قوم حکومت کو کسی بھی دباؤ کی وجہ سے مجاہدین کی حمایت سے اجتناب' دینی مدرسوں پر پابندی' ایٹمی پروگرام بند کرنے یا سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے جیسے قومی سلامتی کے مسئلے پر سمجھوتہ نہیں کرنے دے گی۔ پاکستان کے غیور عوام نے ایسا نہ کبھی ماضی میں ہونے دیا ہے اور نہ ہی آئندہ ہونے دیں گے۔ ایسی کوشش کرنے والوں کو کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ماضی کے حکمرانوں کا انجام ضرور دیکھ لینا چاہئے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

نواز شریف اور شہباز شریف کو بہت سمجھایا کہ وہ اپنی حکومت کے زعم پر اللہ سے ٹکر نہ لیں

آنے والے حکمران قانون قدرت سے درس عبرت سیکھیں

حکمرانوں نے اپنی بقا کے لئے غریب ہی کا خون چوسنا ہے تو یہ کام پہلی حکومت بھی کر رہی تھی

امیر محمد اکرم اعوان کے پانچ نومبر 1999ء کو دارالعرفان میں فکرانگیز خطاب کا مکمل متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللہ ینشی النشاۃ الاخرۃO ان اللہ علی کل شی قدیرO یعذب من یشاء و یرحم من یشاء والیہ تقلبون (العنکبوت ۲۰۔۲۱)

قرآن حکیم نے عظمت الٰہی کی دلیل کے طور پر حکم دیا ہے نبی ﷺ کو کہ ان لوگوں سے کہئے ذرا زمین پر پھر کر نگاہ کریں اور دیکھیں کہ آن واحد میں کتنی مخلوق زمین پہ قدم رکھتی ہے' گھاس پھوس پودے فصلیں ایک لمحے میں کتنے پیدا ہوتے ہیں' کتنی ننھی ننھی کونپلیں پھوٹتی ہیں جو بڑے تناور درخت بنتے ہیں اور پھر اپنا وقت پورا کر کے قدرت کی دی ہوئی مہلت کو پورا کر کے ہر شے پھر خاک میں مل جاتی ہے۔ پھر وہ قادر ہے کہ اسی خاک سے اسی مٹی سے پھر دوسری دفعہ نئی چیزیں پیدا کر دیتا ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر یقیناً اللہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ کائنات کی یہ بوقلمونیاں دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی انسان اپنی انا میں گرفتار نہ ہو جائے' کوئی بھی انسان یہ نہ سمجھ لے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے یا اس کا اقتدار ہمیشہ کے لئے ہے یا اس کے پاس طاقت ہمیشہ رہے گی۔ ہر جوانی کے پیچھے بڑھاپا ہے' ہر طاقت کے پیچھے کمزوری ہے' ہر زندگی کے پیچھے موت ہے بلکہ موت کا سب سے بڑا سبب خود زندگی ہے۔ کسی کا زندہ ہونا ہی اس کی موت کا سبب ہے۔ اس وسیع کائنات میں ایک لمحے میں جتنی مخلوق تخلیق ہوتی ہے وہ گننا ممکن نہیں ہے۔ سمندروں میں کتنی مخلوق ہے' زمین سے شجر کتنے نکلتے ہیں' کتنی معدنیات زمین میں ایک لمحے میں ڈھلتی اور بنتی ہیں' کتنے پرندے' مکھی مچھر کیڑے مکوڑے' کتنی مخلوق ایک آن میں پیدا ہوتی ہے اور کتنی مخلوق ایک آن میں فنا ہوتی ہے' اسے گننا کسی سائنس دان' کسی حساب دان' کسی کمپیوٹر' کسی انسانی دماغ کے بس کی بات نہیں ہے یہ اتنا وسیع تخلیقی عمل ہر لحہ جاری ہے۔

جدید سائنس کے مطابق اور جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق خود انسانی وجود اربوں کھربوں خلیوں سے مل کر بنتا ہے۔ کچھ خلیوں کے بال بنتے ہیں' کچھ کی ہڈیاں بنتی ہیں' کچھ کا گوشت بنتا ہے' کسی سے رگیں بنتی ہیں' کسی سے خون بنتا ہے یہ سارے خلیے ہیں۔ ان خلیوں میں الگ سے ایک حیات ہے' مثبت منفی اثرات ہیں۔ ہر آن ایک وجود میں کھربوں خلیے مر جاتے ہیں' کھربوں خلیے نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ خود ایک انسان کے وجود میں اتنی تغیر اور اتنی ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے کہ اس کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ ہم ناخن جو تراشتے ہیں اس میں کتنے خلیے ہیں' کتنے ایٹم ہیں ہم نہیں گن سکتے' وہ کہاں سے آجاتا ہے' پھر کیسے بن جاتا ہے۔ ہم جو بال تراشتے ہیں پھر وہ کہاں سے آجاتے ہیں۔ چھوٹا سا بچہ پیدا ہوتا ہے پھر وہ کڑیل جوان بن جاتا ہے پھر وہی وجود کمزور ہونا شروع ہوتا ہے تو پھر بچوں کی طرح محتاج و مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ آواز جو کبھی بڑی گرجدار ہوتی ہے لڑکھڑانے لگتی ہے' وہ نگاہ جو بہت تیز ہوتی ہے وہ دھیمی پڑھ جاتی ہے حافظہ جو کبھی بہت تیز ہوتا ہے اس پہ نسیان کا عمل طاری ہو جاتا ہے تو یہ اتنا وسیع کارخانہ جس میں ایک لمحے میں لا محدود تخلیق سوائے اللہ کے کوئی نہیں گن سکتا کہ کتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں کتنی فنا کے گھاٹ اترتی ہیں کیا یہ محض تماشہ ہے یا اس کا کوئی حاصل بھی ہے۔ ہماری انسانی دنیا میں بھی اگر کوئی بندہ کوئی کام کرتا ہے کوئی کاریگر کوئی چیز بناتا ہے اور اس کا حاصل کچھ نہیں ہوتا تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ اسے وقت اور ان چیزوں کا ضیاع قرار دیا جاتا ہے جو اس کے بنانے میں لگی ہیں۔ کم از کم از کم مقصد کوئی کھلونا بنا کر بچوں کے کھیلنے کا سبب پیدا کرنا تو ہو سکتا ہے بلا سبب کچھ نہیں بنتا اور انسانی دنیا میں جو چیز بلا سبب بغیر کسی وجہ کے' بغیر کسی مقصد کے کسی کام نہ آنے والی بنائی جائے تو اسے تو قابل مذمت سمجھا جاتا ہے۔ وہ خالق کائنات جو انسان کا اور انسان کے شعور کا اور انسان کی فکر و دانش کا بھی خالق ہے اس کا کام بلا مقصد نہیں ہو سکتا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس کائنات بسیط کی تخلیق کے مقصد کو نبی رحمت ﷺ نے بڑی آسانی سے سلجھا دیا ہے قرآن حکیم نے اس کے بارے ارشاد فرمایا۔

خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ زمین میں جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے وہ محض تمہاری خاطر ہے کوئی ایک مکھی اور کوئی ایک مچھر بھی بلا مقصد پیدا نہیں کیا گیا جن چیزوں کو ہم پسند نہیں کرتے وہ چیزیں بھی ہماری ضروریات کا حصہ ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جانور' مکھی' مچھر بھی اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور کوئی بھی چیز اس کارگہ حیات میں بلا مقصد نہیں ہے لیکن سب کا مقصد یہ ہے کہ اس روئے زمین کو بنی نوع انسان کے رہنے کے قابل رکھا جائے۔

خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ روئے زمین پہ جو کچھ بھی ہے وہ تمہاری خاطر پیدا کیا گیا اور یہ زمین ایسا سیارہ ہے کہ ہم جتنے سیاروں کے بارے اللہ کریم کی دی ہوئی عقل سے' خرد سے' علم سے جانتے ہیں' سورج سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے سیارے تک ان سب کی توجہات کا مرکز زمین ہے۔ ان سب کے اثرات زمین کے تخلیقی عمل کو جاری رکھنے کا سبب بنتے ہیں اور زمین کی ساری تخلیق انسان کے لئے ہے۔ انسان ایک ایسی عجیب مخلوق ہے اللہ کی کہ جس کا وجود اس نے مادے سے تخلیق فرمایا۔ انتہائی کثیف چیز سے اور اس میں جو روح ودیعت فرمائی۔

فرمایا! قل الروح من امر ربی۔ روح امر ربی سے ہے پروردگار عالم کے امر سے ہے اور عالم امر کی ابتداء وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں مخلوقات کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ امر مخلوق نہیں ہے امر صفت الٰہی ہے۔ امر وصف ہے اللہ کا۔ اللہ کی صفت ہے۔ اب اسی سے روح کس طرح اللہ کریم نے پیدا فرمائی؟ فرمایا! یہ جاننا تمہارے بس کی بات نہیں۔ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ تمہارا علم اتنا وسیع نہیں ہے کہ تم یہ جان سکو کہ امر سے' امر الٰہی سے' صفت ربانی سے روح کس طرح الگ ہوئی' کیسے بنی' کیسے وجود پذیر ہوئی؟ یہ جاننا تمہارے بس کی بات نہیں ہے' تمہارے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ روح امر ربی میں سے ہے۔ اب دو ہم جنس جو ہیں ان کو تو ملانا ایک ترکیب انسان کی سمجھ میں آتی ہے کہ لوہے سے لوہے کا جوڑ لگا دیں چاندی میں چاندی ملا دیں سونے میں سونا ملا دیں۔ سونے میں چاندی ملائے گا تو اسے کھوٹا کہا جاتا ہے' تانبا ملا دو تو اسے کوئی یہ نہیں کہے گا کہ سونے میں تانبا ہے کہتے ہیں سونے میں کھوٹ ہے وہ جو آمیزہ ملتا ہے وہ اس کا حصہ نہیں بنتا اسے تیزاب میں ڈالو سونا الگ ہو جائے گا کھوٹ الگ جل جائے گا الگ ہو جائے گا۔

رب العالمین نے اس کثیف اور مادی وجود کو روح کے ساتھ وہ تعلق بخشا کہ جب ایک دفعہ ان کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے شکم مادر میں تو پھر ابدالآباد کبھی ان میں جدائی نہیں ہوتی۔ پھر ان کا رشتہ استوار رہتا ہے خواہ دنیوی زندگی کی صورت میں رہے' حیات برزخی کی صورت میں رہے' محشر کو نئی زندگی عطا ہونے کی صورت میں رہے یا جنت و دوزخ میں ابدالآباد رہے' اس رشتے کو ابدالآباد رہنا ہے۔ اب ساری کائنات کی تخلیق کا مقصد تو یہ سمجھ میں آیا کہ یہ جو ایک عجیب تخلیق اللہ نے پیدا کی ہے جسے شعور بھی دیا ہے فکر بھی دی ہے کمال ہے مشت غبار ہے اور خود ذات باری کے بارے سوچنا شروع کر دیتا ہے زمین کے بارے سوچتا ہے آسمانوں کے بارے فکر کرتا ہے چاند سورج پر تحقیق کرتا ہے' سیاروں ستاروں پہ اپنے علم کے گھوڑے دوڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ساری چیز تو مخلوق کی حدود میں تھی یہ خود خالق کی ذات پہ بھی فکر کرنے بیٹھ جاتا ہے اور جب اس کی عقل عاجز آ جاتی ہے تو پھر کہتا ہے کوئی ہے ہی نہیں یہاں۔ جہاں اس کی عقل ساتھ چھوڑ جاتی ہے اور یہ کہتا ہے کوئی نہیں وہاں اللہ کے نبی اللہ کے رسول علیہم السلام اس کی دست گیری فرماتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں' اللہ ہے۔ وجود باری کی ساری اول و آخر دلیل اللہ کا نبی اور اللہ کا رسول ہے (ﷺ) باقی ساری عقلی دلیلیں تب کام آتی ہیں جب نور نبوت سے وجود باری کا اقرار نصیب ہوتا ہے پھر اس کی ہر تخلیق اس کی عظمت پہ شاہد بنتی ہے۔ شب و روز کا آنا جانا اس کی قدرت کاملہ پہ گواہی دیتا ہے۔ پھولوں کا کھلنا' بارشوں کا برسنا' ہواؤں کا چلنا' مخلوق کا پیدا ہونا اور مرنا ہر شے' اس کی خالقیت اس کی ربوبیت اس کی عظمت پہ گواہ تب بنتی ہے جب اس کا رسول برحق ﷺ' اس کی ذات کو بندے سے منواتا ہے اور جسے نبی علیہ السلام کے ساتھ ایمان نصیب نہیں ہوتا اس کے سامنے بھی تو سورج روز طلوع ہوتا ہے' اس کے سامنے بھی تو تخلیق پیدا ہوتی ہے زمین سے بھی اور فضا میں بھی' وہ بھی ہر چیز کو بنتے بگڑتے دیکھتا ہے لیکن اس کے لئے وہ چیزیں عظمت باری پہ دلیل نہیں بن سکتیں۔ اس لئے کہ عقل نارسا اس کی ذات تک پہنچنے کی جرات ہی نہیں رکھتی۔ اگر اپنی روح کی تخلیق کی اصلیت کو سمجھنے سے قاصر ہے تو سمجھنے کی جرات کہاں سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

لائے گی۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ کوئی بزرگ تھے جو منطق میں بہت مشہور تھے اور منطق و اصول وہ موضوع ہے جس میں ہر بات دلائل سے ثابت کی جاتی ہے اور اسے شعبے میں وہ بہت مانے ہوئے استاد تھے۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت ہونا چاہا ان سے اللہ اللہ سیکھنا چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ تم یہ اپنا منطق و اصول کا شعبہ چھوڑ دو تو میں تمہیں اللہ اللہ سکھاتا ہوں عرض کی حضرت ساری عمر لگا کر تو یہ میں نے حاصل کیا اس سے میں دین کی خدمت کا کام لیتا ہوں باطل کے خلاف دلائل فراہم کرتا ہوں عقائد باطلہ کو رد کرتا ہوں تو یہ بھی اللہ کی عبادت ہے اسے کیسے چھوڑ دوں فرمایا یہ جو ذکر الٰہی ہے جو حال ہے جو قرب الٰہی کی کیفیات ہیں یہ دلائل سے حاصل نہیں ہوتی ان کے لئے دلائل کام نہیں دیتے بہر حال وہ زندگی بھر کا سرمایہ تھا اور اس شعبے میں وہ دنیا میں مشہور تھے کیسے چھوڑ دیتے وقت گزر گیا تو جب انہیں زندگی ختم ہوتی نظر آئی بیمار تھے زندگی کی سانسیں ختم ہونے لگیں کسی نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ فلاں بزرگ بہت بیمار ہیں۔ آپ بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بڑے بے قرار ہیں تڑپ رہے ہیں بے چین ہیں عجیب و غریب الفاظ ان کے منہ سے نکل رہے ہیں تو کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا حضرت نے پوچھا کیوں بے قرار ہو؟ کیوں بے چین ہو؟ کہنے لگے میرے ساتھ بڑا عجیب معاملہ ہے شیطان نے مجھے گھیر رکھا ہے اور وہ وجود باری کا توحید باری کا انکار کر رہا ہے اور اس پر اس کے پاس دلائل ہیں میں سینکڑوں دلائل دے چکا ہوں وہ میرے دلائل کو رد کر دیتا ہے اور کہتا ہے اور کوئی دلیل ہے تو لاؤ تمہاری اس دلیل کا تو یہ رد ہے یہ دلیل تو باطل ہے اور میں عاجز آچکا ہوں میں سمجھ رہا ہوں یہ تو میرا ایمان بھی چھین لے گا میرے پاس تو دلائل ختم ہوتے جارہے ہیں تو آپ نے فرمایا تم اپنے باقی دلائل جو منطق اور اصول کے ہیں انہیں رہنے دو اور اسے کہو مجھے محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے اور یہی واحد دلیل ہے جس کا جواب اس کے پاس نہیں ہے اور صرف یہ واحد دلیل ہے جس پر ہمارا ایمان قائم ہے باقی ساری دلیلیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں اگر اس کو درمیان سے نکال دو تو دلائل نہیں رہتے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ان کی سوانح میں مرقوم ہے ٹرین میں سفر کر رہے تھے کوئی انگریز افسر بھی اس ڈبے میں تھا۔ اس کے پاس کتا تھا تو وہ کہیں حضرت کے قریب گیا تو انہوں نے فرمایا بھئی اس کی رسی کھینچ کر رکھو اسے اپنے تک رکھو اس کی رسی قابو رکھو تو اس نے کہا کہ آپ تو برصغیر کے معروف دینی رہنماؤں میں سے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام شفقت کا' محبت کا مذہب ہے اور یہ بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اس سے آپ کیوں نفرت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا! میری نفرت کی دلیل یہ ہے کہ میرے نبی ﷺ نے اس نجس قرار دیا' اس لئے میں نہ اسے چھوتا ہوں نہ اسے اپنے وجود یا کپڑوں کو چھونے کی اجازت دیتا ہوں۔ فرمایا شاید یہ بات تیری سمجھ میں نہ آئے لیکن میرے لئے صرف یہی دلیل ہے کہ میرے نبی ﷺ نے اسے نجس قرار دیا ہے۔ اب رہی تیری بات تو تو عظمت نبوت ﷺ سے آشنا نہیں ہے تو تیری بات میں تیری زبان میں کہہ دوں کہ تم انگریز ایسوں سے محبت کرتے ہو جو تمہارے قدموں میں دم ہلائیں اور اپنی جنس کو کاٹ کاٹ کر کھائیں اور ہم مسلمان ہیں ہم ایسی چیزوں سے نفرت کرتے ہیں یہ اپنوں کا دشمن ہوتا ہے اور جو اسے روٹی ڈالے اس کا وفادار ہوتا ہے۔ لیکن یہ جواب تیرے لئے ہے میرا جواب یہ ہے کہ اسے محمد ﷺ نے نجس قرار دیا ہے۔

سو تخلیق انسانی کا مقصد کتاب اللہ میں ارشاد ہے وماخلقت الجن و الانس الا لیعبدون۔ ایک باشعور مخلوق میں نے اس لئے پیدا کی اور اسے شعور اس لئے عطا کیا' اپنی ذات کے بارے بھی سوچنے کی جرات اس لئے دی کہ وہ مجھے پہچانے۔ میری عظمت کو پہچانے' میری قدرت کاملہ کا اقرار کرے' میری ربوبیت پہ اعتبار کرے۔ ساری مخلوق کے پیدا ہونے کا سبب اگر ایک انسان کی خدمت ہے تو اس انسان کے پیدا ہونے کا مقصد صرف یہ کہ میری عظمت سے آشنائی حاصل کرلے اور یہی نقطہ معرفت الٰہی کا' عظمت الٰہی کا' اس کی ربوبیت کا اس کے کمال کا' ایمان اور عبادات کی اصل ہے۔ اگر اس پہ زد پڑ جائے تو کچھ باقی نہیں بچتا۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے خطبات میں' میں نے پڑھا تھا وہ نمازیوں اور روزہ داروں کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ پڑھنے کو لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہیں روزے بھی رکھتے ہیں لیکن جب بات ذات باری کی آتی ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

تو کسی کا رب دکان ہے' کسی کا رب حکومت ہے' کسی کا رب افسر ہیں' کسی کا رب کاروبار ہے' یعنی کاروبار کو چمکانے کے لئے اللہ کی نافرمانی کر لیں گے' اقتدار کو پانے کے لئے' ملازمت حاصل کرنے کے لئے اور دیگر چھوٹی چھوٹی اغراض کو حاصل کرنے کے لئے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہے اسے قربان کر دیں گے۔ یہی سبق جو ایک عام آدمی کے لئے ہے وہی حاکمان وقت کے لئے بھی ہے۔ ہر کوئی اس کے احسانوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ کون جانتا تھا یا جنرل پرویز مشرف نے کب سوچا تھا کہ میں کبھی جنرل ہوں گا یا پھر کبھی پاکستان کا چیف ایگزیکٹو یا سربراہ بن جاؤں گا؟ یہاں تک تو اس کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا لیکن بنانے والا تو جانتا تھا کہ کون کہاں جا رہا ہے اور اسے کہاں کہاں مواقع فراہم کر رہا ہے۔ اب اگر آگئے تو یہ بات ہم نے نواز شریف' شہباز شریف کو بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمیشہ کی حکومت صرف اللہ کی ہے۔ اپنی حکومت کے زعم میں اس سے ٹکر نہ لو۔ اور اللہ سے ٹکر لینا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق پر' اللہ کے کمزور بندوں پر ظلم کیا جائے' یہ اللہ سے ٹکر ہوتی ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں موجود ہے کہ کچھ لوگ اپنی نیکیوں پر اپنی نمازوں پر اور اپنی عبادتوں پر بڑے خوش میدان حشر میں جائیں گے اور انہیں یقین ہوگا کہ ہمارے پاس تو بے شمار' بے پناہ نیکیاں ہیں تو رب کریم فرمائیں گے کہ میں تمہاری نیکیوں کا کیا کروں؟ میں بیمار پڑا تھا تم نے میری خبر نہیں لی۔ میں بھوکا رہا تم نے مجھے کھانا نہیں دیا خود کھا کر سو جاتے تھے۔ میں پیاسا رہا تم نے مجھے پانی نہیں دیا تو تمہاری نیکیوں کا میں کیا کروں۔ کس کے لئے کی ہیں یہ عبادتیں جب کہ مجھے تو تم نے پوچھا ہی نہیں تو صرف عرض کریں گے بار الٰہا تو تو رب العالمین ہے' خالق ہے' کائنات کا اور سب احتیاجات سے پاک ہے' بالاتر ہے' بھلا تیرے بیمار ہونے کا یا تیرا بھوکا رہنے کا یا پیاسا رہنے کا کیا تصور ہے۔ تو فرمائے گا کہ وہ جو تیرے سامنے میری مخلوق بھوک سے تڑپتی تھی اگر تم ان کی خبر گیری کرتے تو وہ مجھ پر میرے لئے میری خاطر سے کرنی تھی۔ وہ جو بیمار دوائیوں کے بغیر دم توڑ دیتے تھے' کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا اگر تم ان کی خبر گیری کرتے تو وہ میری رضا کے لئے کرنی تھی۔ وہ لوگ جو جانوروں سے بدتر زہریلا پانی پیتے اور مرتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں اگر ان کی خبر گیری کرتے تو میرے لئے کرنی تھی۔ اگر تم میری مخلوق کے پرسان حال نہیں ہوئے تو میں تمہاری عبادات کو کیا کروں۔

حکمران جو مخلوق خدا پر ظلم کرتے ہیں ان کا محاسبہ بھی بڑا سخت ہوتا ہے اور اب تو گزشتہ دو دہائیوں سے تقریباً سارا کام نقد و نقد ہو گیا ہے۔ مجیب الرحمن کو دیکھ لیا جائے اندرا گاندھی کو دیکھ لیا جائے اس کے بیٹے راجیو اور دوسرے بیٹے کو دیکھ لیا جائے پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو سے لیکر آج تک کے حکمرانوں کو دیکھ لیا جائے' ایوب خان سے لیکر آج تک کے حکمرانوں کو دیکھ لو آج تو ایسے نظر آتا ہے جیسے دنیا میں بھی نقد سودا ہو گیا ہے اور انہیں سمجھانے سے ان کی بات سمجھ میں نہیں آتی آج نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے۔

میں شہباز شریف سے ملا اس سے بڑی تفصیلی گفتگو کی۔ ایک گھنٹے کی گفت و شنید کے بعد یہ پنجابی مجھ سے کہنے لگا کہ مولانا پچاس سال سے لوگ حکومت کرتے ہی رہے ہیں ہماری باری آئی تو اسلام یاد آ گیا۔ اب یہ اس مالک کے حوصلے ہیں کہ ایک ادنیٰ مخلوق سے ایسی بات سن لیتا ہے لیکن یہ اس کا آخری جملہ تھا جس پر میں اٹھ کھڑا ہوا کہ تمہارے پاس بیٹھنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے کہ کسی لمحے تم پہ عذاب آتا ہے تمہارے پاس بیٹھنے والا بھی مارا جائے گا۔ تم لوگ تو اس قابل بھی نہیں ہو کہ تم سے بات کی جا سکے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جانے والوں کو اس نے گرفت میں لے لیا ان کے بعد آنے والے بھی اس کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں ہیں۔ ہمارا عرض کرنے کا مقصد کسی جانے والے پر طعن کرنا نہیں ہے بلکہ آنے والوں کے لئے درس عبرت ہے کہ جو نواز شریف کو کال کوٹھڑی میں دھکیل سکتا ہے اس کی قدرت کاملہ کسی کو بھی خواہ وہ جرنیل ہو یا وہ چیف ایگزیکٹو' کسی کو بھی آن واحد میں سلاخوں کے پیچھے بھیجنے پہ قادر ہے۔ خاک و خون میں لوٹانے پہ بھی قادر ہے' اس کی حکومت کے پرخچے اڑانے پہ قادر ہے' لہٰذا آنے والی حکومت نے بھی جیسا کہ آج کے اخبارات میں پڑھا وسائل یہی تلاش کئے ہیں کہ عوام پر اور ٹیکس لگا دو۔ اگر ٹیکس ہی لگانے تھے تو یہ کام وہ بھی کر رہے تھے' آپ کی تشریف آوری کی کیا ضرورت تھی۔ اگر حکومتوں نے اپنی بقا کے لئے' حکمرانوں نے اپنی بقا کے لئے غریب ہی کا خون چوسنا ہے تو یہ کام پہلی حکومت بھی کر رہی تھی۔

قصاب ہی نے آنا ہے تو پھر ان تبدیلیوں کا مقصد کیا ہے؟ ابھی تک چلو سترہ نومبر کی بات کی جا رہی ہے سترہ بھی قریب ہے آج پانچ تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہوتی ہے بارہا دن رہ گئے دیکھتے ہیں ستر ہ کو کیا ہوتا ہے؟ جنہوں نے ملک لوٹا ہے ان سے کیا سلوک ہوتا ہے؟ اگر سرمایہ جمع کرنا ہے تو ان سے لو جو ملک کو لوٹ کر اور لوگوں کو مفلسی میں اور غربت میں مبتلا کر کے اپنا سرمایہ لیکر باہر چلے گئے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں عالی شان محل بنا لائے' اربوں ڈالر جمع کر لئے اور یہ بات یاد رکھی جائے اللہ نے اسی لئے ارشاد فرمایا۔ سیروافی الارض فانظروا۔ روئے زمین پر پھر کر دیکھو کتنی مخلوق آن واحد میں پیدا ہوتی ہے کتنی مرتی ہے اور پھر اسی مردہ خاک میں سے کتنی نئی پیدا کرتا ہے وہ ہر چیز پہ قادر ہے اور یہ بھی یاد رکھو یعذب من یشاء جو بھی اسے ناراض کرنے کی جرات کرے گا وہ اسے عذاب دے سکتا ہے اس کے لئے کوئی بھی ایسی طاقت نہیں ہے جو اس کے دست قدرت سے باہر ہو۔ یعذب من یشاء جو بھی اس کی نافرمانی کرے گا وہ جب چاہے اسے اپنے عذاب میں جکڑ سکتا ہے' اس کو گرفت میں لے سکتا ہے۔

ویرحم من یشاء اور کوئی بڑے سے بڑا گناہگار بھی اگر اس کے دروازے پہ توبہ کر لے اور اس کے دروازے پہ سرنگوں ہو جائے اس کی عظمت کا قائل ہو جائے تو وہ رحم کرنا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ والیہ تقلبون 0 اور ایک بات یاد رکھو تم جتنے بھاگو' جتنے آگے نکل جاؤ' جتنے اونچے چلے جاؤ' جتنی بڑی حکومت بنا لو تم سب کو آخر اس کے حضور اس کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ یہ میزان کرائی یہ حق صرف حکمرانوں کے لئے نہیں ہے یہ میرے لئے بھی ہے' آپ کے لئے بھی ہے ہم سب جانتے ہیں کہ یہ عارضی زندگی یہ چند روزہ حیات مستعار جو ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم عظمت الٰہی کو دل میں جاگزیں کر لیں۔ کام کرنا اور رزق حلال کی تلاش میں فرض ہے جس طرح نماز فرض ہے جس طرح روزہ فرض ہے جس طرح زکوۃ اور حج فرض ہے اسی طرح رزق حلال پیدا کرنا فرض عین ہے۔ جتنی کوشش ہو سکے معروف ذرائع سے مزدوری کر کے ملازمت کر کے تجارت کر کے کاشتکاری کر کے اپنے لئے حلال رزق پیدا کرے یہ عبادت ہے۔ اس سے رزق حاصل نہیں ہوتا کیونکہ جو کام نہیں کرتے ان کا نصیبہ بھی ان کو ملتا رہتا ہے رزق وہ دیتا ہے کوئی بھی مخلوق جو زمین پر ہے اس کا ٹھیکہ اس نے لیا ہے۔ ومن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ہر چیز کا رزق اس نے اپنے ذمے لیا ہے۔ رزق وہ دیتا ہے صرف دیکھتا یہ ہے کہ جو کام کرنے کا حکم دیا ہے وہ کرتا ہے یا نہیں۔ ہم اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ میں نے شاید ہوشیاری سے پیسہ کمانا ہے۔ لہٰذا دوسروں کا چھین لوں' رشوت لے لوں' ادھر سے لے لوں اور ہم ہمیشہ حکمرانوں پہ طعن کرتے ہیں لیکن اپنی ذات کو بھول جاتے ہیں حکمرانوں کی گمراہی کا سبب بھی ہم لوگ بنتے ہیں۔ جب ہم ان کی خوشامدیں کرنے لگ جاتے ہیں' ان کی برائیوں کی تائید کرنے لگ جاتے ہیں۔ انہیں حکمران کون بناتا ہے؟ میں اور آپ ہی بناتے ہیں۔ اس امید پر بناتے ہیں کہ مجھے ان سے کچھ حاصل ہو گا۔ ہر سیاسی جماعت نے کچھ پٹھو پال رکھے ہوتے ہیں جنہیں وہ کھلاتے پلاتے رہتے ہیں اور وہ ہزاروں لوگوں کے ووٹ انہیں دلواتے ہیں لوگ بے چارے سمجھتے ہیں' چلو تھانے میں کام آئیں گے کبھی انہیں بھی کوئی کام نہیں آتا تمہیں تھانے جانے کی ضرورت کیا ہے؟ کہ چوری نہ کرو برائی نہ کرو کوئی ضرورت ہے کہ ہمیں جرم ہی کرنا ہے۔ سو میرے بھائی! حکمرانوں کے جوتے کھانے کا تو ایک سبب بھی ہے کہ انہوں نے عیش بھی بڑے کر لئے ہیں اور آپ جن کے پاس سوائے مفلسی کے کچھ نہیں ہم کیوں اپنے آپ کو عذاب الٰہی کی زد پہ رکھے ہوئے ہیں؟ اللہ کے حضور ہر دم استغفار کرو' اپنے کردار کا محاسبہ خود کیا کرو اور اندازہ کیا کرو کہ آج کا دن کیسے بسر ہوا؟ اس میں اللہ کو راضی کیا یا اللہ کو ناراض کر بیٹھے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے احکام کی پیروی کی یا چھوٹ گئی۔ اگر آدمی روزانہ شام کو رات کو سونے سے پہلے سوچتا رہے تو اللہ کریم اس راہ کی توفیق دے دیتے ہیں۔ انجام کار ہم سب کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے برزخ میں جانا ہے اور یہ دنیا کا نظام ایسا ہے کہ قبر بھی خوش نصیبوں کو نصیب ہوتی ہے۔ کتنے ایسے ہیں جنہیں جنازہ اور کفن تک نصیب نہیں ہوتا خوش نصیب ہیں وہ جو زندگی اللہ کی راہ میں بسر کرتے ہیں جنہیں موت اس کی راہ میں نصیب ہوتی ہے جو اس کی رضا کے لئے اس کی رضا کی سند لیکر قیامت کو اٹھیں گے خوش بخت لوگ ہیں وہ جو اپنی زندگیوں کو اللہ کی اطاعت اور نبی ﷺ کی محبت سے آراستہ کرتے ہیں۔ اسی میں عام آدمی کی فلاح ہے اور حکمرانوں کو بھی عظمت الٰہی ذہن میں رکھ کر اللہ کی مخلوق سے سلوک کرنا چاہئے ورنہ وہ قادر ہے جو مشرف کو قوت دے سکتا ہے کسی اور کو بھی دے سکتا ہے۔ دعا یہ ہے کہ اللہ کریم ہم سب کو ہدایت پہ رکھے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آنحضور کی دس سالہ مدنی حیات مبارکہ

حرکیت کا لازوال درس

مضمون نگار نے اپنی تحریر میں "حرکیت" کے حوالے سے سیر حاصل تحقیق کی ہے اور میدان جنگ میں اس کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کو واضح کیا ہے اہل یورپ اور دوسری قوموں نے حرکیت کے راز مسلمانوں سے لئے۔ مضمون نگار نے حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں حرکیت کے حوالے سے ہونے والی پیش رفت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ "المرشد" کے قارئین کے لئے یہ مضمون خاص طور پر شائع کیا جارہا ہے۔

تحریر۔ محمد زاہد

حرف آغاز

حرکیت (Mobility) روز اول ہی سے جنگ و جدل کا ایک اہم ترین عنصر رہی ہے' جولیس سیزر سے کشمیر کے مجاہدین تک صدیوں کا فاصلہ ہے لیکن اگر ہم ان ہزاروں سالوں کی تاریخ حرب و ضرب پر نگاہ ڈالیں تو ایک عنصر جو سب میں مشترک اور جو ہمیشہ فاتحین کے ہمرکاب رہا ہے' وہ حرکیت ہے۔ سکندر یونانی وہ پہلا کمانڈر تھا جس کے نام کے ساتھ اعظم کا اضافہ کیا گیا۔ بعد میں فریڈرک اور اکبر کے ساتھ بھی یہی لاحقے (Suffix) لگائے گئے' تاہم ان تینوں عظیم سپہ سالاروں کی عسکری کاوشوں کی فہرست بنائی جائے تو ان میں حرکیت کا نام سر فہرست ہوگا۔ سکندر کے گھوڑے اسے مقدونیہ سے نکال کر دریائے جہلم تک لے آئے۔ وہاں ان کے سامنے ہاتھیوں کی قطاریں کھڑی کر دی گئیں لیکن ہاتھی اور گھوڑے میں حرکیت کا جو فاصلہ اور فرق تھا اس نے جنگ کا فیصلہ کر دیا ...... پورس کے ہاتھی اپنے ہی سپاہیوں کو کچل کر انہیں بھاری بھر کم ہونے کی سزا دے گئے۔

سکندر کے بعد رومیوں اور ایرانیوں نے گھوڑے کا جنگی استعمال تو ضرور کیا کہ یہ حرکیت کی ضمانت تھی۔ تاہم انہوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ اس جانور پر جس قدر زیادہ بوجھ لادا جائے گا اسی اعتبار اور اسی تناسب سے اس کی حرکیت متاثر ہوگی۔ انہوں نے بھاری بھاری ہتھیار اور بوجھل زرہ بکتر بنا کر گویا بالواسطہ دفاع کو جارحیت پر فوقیت دینے کی کوشش کی اور جس فوج یا قوم نے بھی جارحیت کو چھوڑ کر دفاعی انداز اپنانے کی کوشش کی' فطرت نے اسے کبھی معاف نہیں کیا۔ چنانچہ بہت جلد قیصر و کسریٰ کی ان بھاری بھر کم افواج قاہرہ کو مسلمانوں کی ہلکی اور سبک رفتار افواج نے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

ساتویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے اپنی فتوحات کا آغاز کیا تو وہ دو قوتوں سے مسلح تھے۔ ایک تو حضور اکرم ﷺ کی عطا کردہ قوت ایمانی تھی کہ جس کے طفیل وہ بے سروسامانی کے عالم میں بھی ساری دنیا کی قوتوں سے ٹکرا گئے اور فتح یاب ہوئے اور دوسری حرکیت کی قوت تھی کہ جس کی وجہ سے وہ ایرانیوں' رومیوں' شامیوں' مصریوں اور ہندوستانیوں کی ان جنگی تدبیرات (Tactics) کو مات دینے میں کامیاب ہوئے جن کی اساس دفاعی انداز اور سست روی پر استوار تھی۔ ایران کے یزدگرد نے اپنے رسالے کو وزنی بنا کر اپنی ڈھالوں کو بوجھل بنا کر اور اپنی سپاہ کے زرہ بکتر کو بھاری بنا کر اپنی عسکری حرکیت کو خود محدود کر لیا۔ روم نے ہرقل نے بھی بھاری رسالے پر زور رکھا اور ہندوستان کے راجہ داہر نے تو قلعہ بند ہو کر دفاعی انداز اختیار کرنے کی وہ سزا پائی جو بعد میں کئی سو برسوں تک اس کے ہم وطنوں اور ہم مذہبوں کا مقدر بنی رہی۔ درہ خیبر کی راہ سے جتنے مسلم سپاہ سالار ہندوستان پر حملہ آور ہوئے وہ نہ تو تعداد میں ہندوؤں سے زیادہ تھے اور نہ جسمانی زور بازو میں کوئی مافوق الفطرت مخلوق تھے۔ ہندوستان کے جاٹوں' راجپوتوں' گکھڑوں اور مرہٹوں کی شجاعت ضرب المثل تھی۔ تاہم یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ یہ اقوام جنگجو ضرور تھیں' لیکن صرف اس وقت جب کوئی میدان جنگ کو گھسیٹ ان کے دروازے تک لے آئے۔ ان لوگوں نے اپنے ملک سے باہر نکل کر کسی بھی دوسرے ملک پر حملہ کرنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ ایسا ہوتا تو شاید ان کو بھی حرکیت کا مفہوم مل جاتا! یہ ہندو اقوام دفاع میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار تو ضرور بن جاتی تھیں لیکن پہل کاری (INITA-

www.naqshbandiaowaisiah.com

(TIVE ہاتھ سے نکل جائے' انداز دفاعی ہو جائے اور حرکیت پر دوسروں کا تسلط ہو جائے تو پھر کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔

مسلمانوں نے بھی جب تک حرکیت کو اپنائے رکھا' اپنی افواج کو بوجھل نہیں ہونے دیا' آزادی عمل برقرار رکھی اور پہل کاری کے حصول کو اپنا اصول سمجھا تو مشرق و مغرب ان سے لرزتے رہے۔ لیکن جب ان اصولوں سے منہ موڑا تو رسوائی اور شکست کا طوق ان کے گلے میں پڑ گیا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ تیرہویں صدی عیسوی میں ایران میں علاؤالدین خوارزم شاہ کی افواج اس دور کی سب سے عظیم افواج تھیں۔ لیکن جب منگول چنگیز خاں کی قیادت میں ہندوکش سے اترے تو ان کے نیچے جو گھوڑے تھے وہ نہایت سبک رفتار تھے۔ ان کی تیر کمانیں ہلکی لیکن کارگر تھیں' ان کے نیزے کم بوجھل لیکن کاری زخم لگانے والے تھے اور ان کی غضبناک' شدت تیز رفتاری اور لچک کا وہی انداز تھا جو کبھی عربوں کا طرہ امتیاز ہوا کرتا تھا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ ان وحشی تاتاریوں نے مشرق وسطیٰ کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ خوارزم شاہ کی سل انگار اور بھاری اسلحہ جات سے مسلح افواج تیز طرار منگوالوں کا مقابلہ نہ کر سکیں اور اس طرح وہی سزا پائی جو ساتویں صدی عیسویں میں عربوں کے ہاتھوں ایرانیوں نے پائی تھی۔ تاریخ کسی کو بھی معاف نہیں کرتی اور اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔ خوارزم شاہی سپاہ کا حال بھی یزدگرد کی سپاہ سے بہتر نہ تھا' لہٰذا جن جنگی اوصاف کی بناء پر حضرت خالد' حضرت عبیدہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عتبہ' حضرت مغیرہ اور حضرت مثنیٰ بن حارث نے اپنے دشمنوں کو شکست دی تھی ان میں سے اہم ترین وصف یعنی حرکیت کو اپنا کر تاتاریوں نے نہ صرف سارے ایشیا بلکہ سارے یورپ کو روند ڈالا۔

حرکیت کا یہ راز مسلمانوں سے اہل یورپ کو کب منتقل ہوا' اس کی روئداد دلخراش ہے اور سبق آموز بھی۔ تاہم منگولوں کے بعد بھی کئی سو سالوں تک مسلمانوں نے اس راز کو اپنے پاس ہی رکھا۔ یہ کوئی چھپنے یا چھپانے والا راز نہ تھا۔ جنگ و جدال کسی بھی قوم کی میراث نہیں ہوتی۔ یہ فن جن اصولوں پر استوار ہوتا ہے اس کی پیروی کرنے والوں پر فطرت بلالحاظ نسل و مذہب اپنی کامرانیوں کے دروازے کھول دیتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے 53 سال مکہ میں گزارے۔ اس اثناء میں ان کا سارا ماضی اور سارا حال کفار عرب پر آئینہ تھا' لیکن کتنے لوگ تھے جو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اب چونکہ اسلام خدا کا پسندیدہ ترین دین تھا اور حضور اکرم ﷺ خود اللہ کے آخری نبیؐ تھے' اس لئے ختم المرسلین کو حکم خداوندی کے ذریعے دین متین کے جلالی پہلو کو آزمانے کے لئے کہا گیا۔ آپؐ نے مکہ چھوڑا' مدینہ تشریف لے گئے اور پھر مدینہ کی صرف دس سالہ حیات مبارکہ میں کفار کے ساتھ جنگی معرکوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تو اس کی تفصیل سے آپ واقف ہیں۔ فلسفہ ہجرت میں حرکیت پوشیدہ تھی' پھر عہد نبوی کی تمام جنگوں (بشمول غزوۂ خندق) میں مسلمانوں نے عددی کمتری کے باوجود جو کامیابیاں حاصل کیں ان کی اساس جن اصولوں پر استوار تھی' ان میں حرکیت ایک غالب عنصر تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہؓ کے دور میں مسلم افواج گویا سراپا حرکت بن گئیں۔ انہوں نے کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں' کبھی ایشیاء کے وسیع و عریض میدانوں کے پیچھے جس مادی وسیلے کا ہاتھ تھا اسے حرکیت ہی کا نام دیا جاتا ہے۔

حرکیت اور یورپ

بہر حال حرکیت کے اس راز کو اہل یورپ نے مسلمانوں سے حاصل کیا۔ وہ لوگ خشکی پر مسلمانوں کو مات نہیں دے سکتے تھے' لہٰذا انہوں نے سمندروں کو اپنی آماجگاہ بنایا۔ سمندروں کے وسیع و عریض سینے کہ جن پر عرب ملاحوں کے سفینے رواں دواں رہا کرتے تھے' اب فرنگیوں کے تسلط میں آگئے۔ ادھر یورپ میں تحریک احیائے علوم کا آغاز ہو رہا تھا اور وہ لوگ بڑی جزرسی اور تفصیل سے علت و معلول کے مابین رشتے تلاش کر رہے تھے اور ادھر عالم اسلام میں جن اصولوں کو پس پشت ڈالا جا رہا تھا ان میں جنگی حرکیت اور منوور (Maneouvre) شامل تھی۔ یورپی اقوام نے ان اصولوں کی اصل قدر و قیمت پہچانی' فلسفہ ہجرت سے آشنائی پیدا کی اور نئی دنیائیں تلاش کرنا شروع کر دیں۔ فطرت تو ڈھونڈنے والے کو ہی نوازتی ہے اور ڈھونڈنے میں بھی حرکیت ہی شامل ہے۔ سکون تو موت کا دوسرا نام ہے۔

صنعتی انقلاب کی ابتداء یورپ سے ہوئی۔ اہل یورپ نے مشینوں کا کاروبار شروع کیا تو کاروبار حرب و ضرب کو فراموش نہ کیا۔ انہوں نے سماجی دنیا میں جو انقلاب برپا کیا اس سے تو ہم سب واقف ہیں لیکن جس نکتے کو شاید ہم میں سے اکثر نے نہیں سمجھا وہ یہ ہے کہ اس سماجی انقلاب

www.naqshbandiaowaisiah.com

کی پشت پر مشینوں اور صنعتوں کی جو بھر مار دکھائی دیتی ہے وہ دراصل ثانوی اہمیت کی حامل تھی۔ اصل اہمیت اس عسکری صنعتی انقلاب کو حاصل تھی کہ جس کے طفیل یورپ کی اقوام نے چار دانگ عالم میں اپنے جھنڈے گاڑ دیئے۔

صنعتی انقلاب نے تمام جنگی منظر ہی بدل ڈالا۔ گھوڑے کی بجائے ٹینک ایجاد کیا گیا۔ تلوار کی جگہ بندوق نے لے لی۔ نیزے کی بجائے میزائل بنالیا گیا اور زرہ بکتر کی ضرورت ہی باقی نہ رہی کہ ٹینک میں حرکیت' فائر پاور اور تحفظ (Protec-tion) کو یکجا کر دیا گیا تھا۔

یہ عسکری انقلاب جس شدت سے آیا اس شدت سے ذہنی انقلاب نہ آسکا۔ شدید ذہنی انقلاب کے لئے صرف پیغمبروں کو ہی مبعوث کیا جاتا ہے۔ اب چونکہ خدا کا آخری پیغمبرؐ آچکا تھا' اس لئے وہ دروازہ تو بند تھا' البتہ عسکری پیغمبروں نے اپنی سی کوششیں کیں کہ اس مشینی دور کو جلد سے جلد عام کر دیا جائے۔ اس سے پہلے کہ یہ کوششیں بار آور ہوں صدیوں کی روایات اور برسوں کی رسوم توڑنے میں ایک عرصہ لگ گیا۔

ٹینک اور حرکیت

توپ تو خیر بہت پہلے سے موجود تھی۔ توپ خانے کا تدریجی ارتقاء ایک الگ مضمون ہے۔ برصغیر میں سب سے پہلے ظہیر الدین بابر نے سولہویں صدی کے ربع دوم میں توپوں کا استعمال کیا تھا' لیکن توپچی کے عدم تحفظ اور حرکیت کی محدودیت نے اس ہتھیار کو سینکڑوں سالوں تک ایک خاص سطح سے اوپر نہ اٹھنے دیا۔ بہت عرصے بعد جنگ عظیم اول میں پہلی بار ایک ایسی توپ کو استعمال کیا گیا جس میں حرکیت اور تحفظ دونوں مہیا تھے ..... اسے ٹینک کا نام دیا گیا۔

پانی پت کی پہلی لڑائی میں بابر کی توپوں اور ان توپوں میں فرق صرف یہ تھا کہ بابر کی توپیں تو ساکن ہو کر ابراہیم لودھی کی فوج پر گولے برساتی رہیں' جبکہ یہ نئی توپیں انفنٹری کے آگے آگے چل کر زمینی قبضے کے لئے استعمال کی گئیں۔ ٹینک کے وجود میں توپ' گھوڑے اور زرہ بکتر کی خصوصیات مجسم دیکھ کر صنعتی اقوام نے اپنی افواج کی تنظیم نو شروع کر دی۔ یہ عمل آسان نہ تھا' تاہم جن دو یورپی اقوام نے اس طرف قابل لحاظ پیش رفت کی وہ جرمن اور انگریز تھے۔ جرمن انگریزوں سے زیادہ تیز نکلے۔ انہوں نے اپنے پینزر (PANZER) ڈویژن کو تشکیل دینے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کو جو شکست ہوئی اس کی وجہ سے جرمنی کو اپنی افواج کی مکمل تشکیل نو کرنی پڑی۔ اگر کوئی عمارت گر جائے تو اس کے ملبے کو صاف کر کے ایک جدید تر اور نئی طرز کی عمارت حسب خواہش بنانا زیادہ آسان ہوتا ہے بہ نسبت اس کے بعد اس پر نئی بلڈنگ تعمیر کی جائے۔ جرمن افواج کی بربادی ایک اعتبار سے جرمنی کے لئے نعمت ثابت ہوئی۔ ہٹلر نے جدید ہتھیاروں اور جدید تدبیرات کو مرکز بنا کر اپنی افواج کی تعمیر و تشکیل کر لی جبکہ باقی اقوام بشمول برطانیہ نے اپنی پہلے سے موجود افواج ہی کو ترمیم و تبدیل کے مشکل اور صبر آزما عمل سے گزار کر یہ مقام حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جرمن انگریزوں سے بازی لے گئے۔

جنگ عظیم دوم اور حرکیت

جب 1939ء میں جنگ عظیم دوم شروع ہوئی تو جرمن افواج کی جس حکمت عملی سے سارا عالم انگشت بدنداں رہ گیا اس کا نام "بلز کریگ" تھا۔ یہ بلز کریگ کیا تھی؟..... یہ فائر پاور اور حرکیت کا وہ شاندار مظاہرہ تھا جس کی اساس پر جرمن افواج جنگ کے ابتدائی سالوں میں پے در پے لڑائیاں جیتتی اور ممالک فتح کرتی چلی گئیں۔ جرمن لفت ویف (فضائیہ) پینزر ڈویژن' توپ خانہ اور میکانائزڈ انفنٹری نے بیک وقت مخلوط صیغوں (Combined Amrms) کے آپریشن کا ایک نیا تصور دیا۔ اگرچہ بعد میں اتحادیوں نے اس بلز کریگ کا ایک حد تک توڑ دریافت کر لیا تاہم جرمن یلغاروں کی سحر انگریزی کا طلسم اتحادیوں کے دل و دماغ سے نہ نکل سکا۔ ماضی قریب میں امریکی افواج نے جو نیا ڈاکٹرین "ایر لینڈ بٹیل 2000" اپنایا' اس کی اساس بھی بلز کریگ کے تصور پر استوار ہے اور جیسا کہ قبل ازیں کہا گیا' اس تصور کے دو بڑے عناصر میں سے ایک حرکیت ہے۔

میزائل اور حرکیت

جنگ عظیم دوم کے بعد کئی علاقائی جنگیں لڑی گئیں۔ کوریا' ویت نام' عرب اسرائیل' پاک بھارت' ایران عراق' فاک لینڈ اور افغانستان کی جنگوں میں حرکیت کے عنصر کو البتہ ایک ایسے ہتھیار نے گہنا کے رکھ دیا جو مقابلتاً جدید تر تھا۔ اسے میزائل کا نام دیا گیا۔ یہ ہتھیار بھی اگرچہ دوسری جنگ عظیم ہی کی پیداوار تھا تاہم اس کی اصل ترویج و پیش رفت بعد کی مقامی جنگوں میں دیکھنے کو ملی۔ میزائل نے حرکیت کو محدود کرنے کی راہ دکھائی۔ ٹینک' طیارے' بحری جہاز اور توپیں اس کا نشانہ بننے لگیں۔ یہ ایک ایسا قوت

www.naqshbandiaowaisiah.com

افزائندہ (Force Multiplier) بن کر ابھرا کہ سارا عسکری پس منظر ہی بدلتا نظر آیا۔ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ نے اسرائیل فوج نے آرمر (ٹینکوں) پر تکیہ کئے رکھا۔ صحرائے سینا میں فاصلے بہت زیادہ تھے۔ حدود محاذ جب وسیع ہو جائیں تو حرکیت کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ ٹینک اسرائیلی آرمی کا وہ عنصر سمجھا جاتا تھا جو اس کی حرکیت اور مناورت کی دلیل تھا اور جس کے سہارے پر اس نے ماضی کی تمام جنگوں میں عربوں کو شکست دی تھی۔ لیکن "رمضان وار" میں جوں ہی اسرائیلی آرمر حسب دستور سابق اور اپنی پرانی روایات کے مطابق دندناتا ہوا آگے بڑھا' مصریوں کے میزائلوں نے اسے دھر لیا اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اسرائیل کا وجود تک خطرے میں پڑ گیا۔ میدان جنگ کی حرکیت کے خلاف کسی بھی جنگ میں کسی بھی ہتھیار کا یہ بہترین مظاہرہ تھا۔ تاہم اسرائیل کو بہت جلد ہوش آگیا۔ اس نے اپنی تدبیرات بدلیں اور بہتر حرکیت اور مناورت ہی کے طفیل فوج کے عقب میں جا کر بیٹھ گیا۔ یوں حرکیت کے خلاف میزائل کی سازش کا فی الفور جواب دے دیا گیا...... فاک لینڈ میں بھی اگرچہ میزائلوں نے برطانیہ کے بحری جہازوں کو نشانہ بنا کر عارضی طور پر حرکیت کو مسدود کرنے کی کوشش کی لیکن ہمیں معلوم ہے کہ اپنی اصل سرزمین سے آٹھ ہزار میل دور جا کر جس جنگی عنصر نے برطانوی فوج کو ارجنٹائن کے خلاف فتح دلوائی وہ حرکیت ہی تھا۔

ہیلی کاپٹر اور حرکیت

ویت نام کی جنگ میں پہلی بار 1964ء میں امریکہ نے میدان جنگ کی حرکیت میں اضافہ کر کے ایک نئے ہتھیار کو استعمال کیا' اسے گن شپ ہیلی کاپٹر کا نام دیا گیا۔ یہ اٹیک ہیلی کاپٹر ایک ایسا قوت افزاء ثابت ہوا جس نے میدان جنگ کی وہ رفتار اور حرکیت بحال کر دی' جو معرض خطر میں پڑتی معلوم ہو رہی تھی۔

صنعتی انقلاب نے تمام جنگی منظر ہی بدل ڈالا۔ گھوڑے کی بجائے ٹینک ایجاد کیا گیا۔ تلوار کی جگہ بندوق نے لے لی۔ نیزے کی بجائے میزائل بنا لیا گیا اور زرہ بکتر کی ضرورت ہی باقی نہ رہی

ہیلی کاپٹر کی حرکیت اسے یہ اہلیت عطا کرتی ہے کہ وہ کسی بھی جگہ لینڈ کر سکتا ہے۔ اس کے استعمال کثیر التعداد ہیں' مثلاً بطور ٹینک شکن ہتھیار' ریکی کے لئے' رکاوٹوں کو پھلانگنے کے لئے اور عقبی علاقوں میں سٹرائیک کرنے کے لئے اسے اگر مستقبل کا اصل ہتھیار کہیں تو مضائقہ نہ ہوگا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اکیسویں صدی کے اوائل میں ہیلی کاپٹروں کا رول وہی ہو گا جو دوسری عالمی جنگ کی جرمن بلٹز کریگ میں ٹینکوں کا تھا اور جس طرح جرمن ٹینکوں نے اتحادی افواج کی صفوں میں کھلبلی مچا دی تھی' اسی طرح یہ ہیلی کاپٹر آئندہ جنگوں میں حرکیت کا وہ مظاہرہ کریں گے کہ آنے والی صدیوں کے تمام میجنو لائنیں درہم برہم ہو جائیں گی۔ بعض عسکری دانشوروں کا کہنا ہے کہ مستقبل میں ایک ہیلی کاپٹر بیس ٹینکوں کے برابر ہوگا۔ روس والے یہ کہتے ہیں کہ اگر ۸۴ مسلح ہیلی کاپٹروں کی حرکی فورس میسر ہو تو اس کو کو آپریٹ کرنے کے لئے تقریباً 2000 آدمی چاہئیں ہوں گے لیکن اس کی قوت ضرب 10,000 آدمیوں اور 500 گاڑیوں پر مشتمل پورے ایک ٹینک ڈویژن کے برابر ہوگی۔

خلاصہ کلام

اسلام کے نامور ترین جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی نامور ترین عسکری خوبی حرکیت تھی۔ جنگ احد سے لے کر جنگ یرموک تک حضرت خالدؓ نے اس کا استعمال جس مہارت سے کیا وہ آج بھی باعث حیرت ہے (میری دعا ہے کہ باعث تدبر بھی ہو) مستقبل کے میدان جنگ میں حرکیت کی برقراری کے لئے پاک فوج کو میکانائز کرنا ہوگا۔ یہ کام آسان نہیں۔ تیسری دنیا کے ابھرتے ممالک اس چیلنج کو سمجھتے تو ہوں گے لیکن اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے وقت' سرمایہ' فنی تجربہ اور عزم صمیم درکار ہے۔ تاہم اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہم اگر ترقی یافتہ ممالک کی متروک ٹیکنالوجی ہی کو اپنانے اور اس طرح چار پانچ عشرے پیچھے رہ جانے کی روش پر گامزن رہے تو ہمارا مستقبل ہمارے حال جیسا ہوگا۔ مستقبل کے لئے جس میکانائزڈ آرمی کی ضرورت ہے اس میں ہیلی کاپٹروں کی شمولیت (بطور جزولازم) ایک لازمہ ہے۔ نئی صدی کے لئے نئی عسکری تنظیم

www.naqshbandiaowaisiah.com

درکار ہے۔ ہمارے آج کے انفنٹری ڈویژن کچھ تبدیلیوں کے ساتھ شمالی اور پہاڑی علاقوں میں تو شاید کچھ کر جائیں لیکن پنجاب کے میدانوں اور راجستھان کے صحراؤں میں ان کی تشکیل نو کرنی ہوگی۔1965ء کی جنگ میں کھیم کرن سیکٹر میں ہمارے آرمرڈ ڈویژن اور سیالکوٹ سیکٹر میں بھارت کے آرمرڈ ڈویژن کی یلغار جس طرح تعطل کا شکار ہوگئی تھی وہ ہمارے لئے قابل تفکر ہونی چاہئے۔ آنے والے برسوں میں ہمارے میکنائزڈ ڈویژن کی تشکیل وترکیب کیا ہونی چاہئے' اس میں ٹینکوں' ہیلی کاپٹروں اور بکتر بند لڑاکا گاڑیوں کی تعداد کا تناسب کیا ہونا چاہئے اور اس کے باقی حربی اور سپورٹ اجزاء کی کیا کیفیت ہونی ضروری ہے؟ اس پر بحث کی جاسکتی ہے اور کمی بیشی کی گنجائش بھی ہے لیکن جس پر بحث کی گنجائش نہیں' وہ نکتہ یہ ہے کہ ہماری عسکری یلغار (Of-fensive) کو کسی بھی طور رکنا نہیں چاہئے کہ حرکیت اگر تعطل کا شکار ہوگئی تو آخری مقصود (Objective) حاصل نہیں ہوگا۔

جدید ٹیکنالوجی نے حرکیت کے مسئلے کو بہت پیچیدہ کر دیا ہے' اگرچہ کوششیں کی جارہی ہیں کہ زمینی افواج کو فضائی افواج کے ساتھ اس مسئلے پر ہم قدم بنادیا جائے لیکن یہ فاصلہ شاید کبھی پاٹا نہ جاسکے۔ جس تیز رفتاری کے ساتھ فضائی آپریشن عمل پزیر ہوتے ہیں' ان کو زمینی آپریشنوں کے ساتھ ہم وقت کرنا (Syn-chronize) وقت کی ایک بہت بڑی ضرورت ہے۔ امریکہ نے ائیر لینڈ بیٹل ڈاکٹرین حال ہی میں وضع کیا ہے اس کا مدعا و مقصد بھی یہی ہے کہ ٹینکوں اور میکانائزڈ گاڑیوں کو فضائی قوت کے ساتھ ملا کر اس شدت اور تندی سے استعمال کیا جائے کہ گویا بلز کریگ دوبارہ زندہ ہو جائے۔ اس امریکی ڈاکٹرین پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اس میں نئی چیز کچھ نہیں' یہ تو جرمنوں کی جنگ عظیم کی بلز کریگ تکنیک ہی کا عکس ہے۔ بہر حال بات کچھ بھی ہو' سوال میدان جنگ کی حرکیت کا ہے۔ میزائلوں اور راکٹوں نے فضائی قوت سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر اس کیفیت کو تیز تر کر دیا ہے۔ اب مستقبل کی جنگوں میں فضائی حملوں اور راکٹوں و میزائلوں کی یلغار سے دشمن کے علاقے میں مقصودات (Objectives) کو تہس نہس کرنا نسبتاً آسان ہو گیا ہے لیکن ان پر قبضہ کرنا اور پھر قبضے کو مستحکم کرنا وہ مشکل ہے جو کسی بھی زمینی فورس کے لئے ایک چیلنج ہے۔ اس کی مثال کے لئے ایک فرضی منظر نامے کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ یہ مفروضہ (Hypothesis) اگرچہ محض مفروضہ ہے لیکن حقیقت بھی بن سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر بھارت ہمارے ایٹمی مرکز پر حملہ کرتا ہے تو اس کے لئے ایک راہ عمل یہ بھی کھلی ہے کہ فضائی حملے' کمانڈو حملے اور میزائل حملے کو ملا کر بیک وقت استعمال کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کبھی ایسا ہوا تو اس میں جس عنصر کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگی وہ زمینی عنصر ہوگا۔ فضائی حملے کو طیارہ شکن وسائل سے شکست دی جاسکتی ہے۔ میزائلی حملے کو ناکام بنانے کے لئے ہماری زمینی افواج کو نہایت تیزی' پھرتی' شدت اور سرعت سے کام لینا ہوگا...... اس بارے میں دونوں فریق حرکیت کے عنصر کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتے!

بشکریہ روزنامہ پاکستان

قوت ایمانی نے زور بازو کا روپ دھار لیا تو سودی نظام کا خاتمہ ہوگا' امیر اکرم اعوان

23 دسمبر کو سپریم کورٹ نے سود کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے حکومت کو ملک میں غیر سودی نظام رائج کرنے کی ہدایت کی جس کے لئے کچھ وقت دیا گیا ہے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے حوالے سے رائے طلب کرنے کے لئے مدیر "المرشد" محمد اسلم نے تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان سے رابطہ کیا تو انہوں نے جوابی خط کے ذریعے سود کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ " سود حرام ہے اور اس کی تمام اقسام حرام ہیں' جب یہ حکم نازل ہوا روئے زمین پر سودی نظام رائج تھا قوت بازوئے مسلم نے دنیا کا نظام بدل کر نظام مصطفوی جو منزل من اللہ تھا نافذ کر دیا۔ اس کا طریقہ کل بھی یہی تھا آج بھی یہی ہے اور آئندہ بھی یہی ہوگا۔ اگر قوت ایمانی نے زور بازو کا روپ دھار لیا تو نافذ ہو جائے گا ورنہ عدالتی فیصلے اور نظر ثانی کے چکر میں رہے گا"۔

خوشخبری

حضرت جی مدظلہ العالی کی فرمودات

پر مبنی کتاب

"طریق نسبت اویسیہ"

شائع ہو چکی ہے

قیمت 200 روپے

اویسیہ کتب خانہ' کالج روڈ
ٹاؤن شپ۔لاہور

www.naqshbandiaowaisiah.com

سی ٹی بی ٹی.... اصل حقائق

جنرل (ریٹائرڈ) حمید گل کسی تعارف کے محتاج نہیں وہ ملک کے سیاسی' معاشی اور دفاعی معاملات میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں' وہ آئی۔ایس۔آئی کے سربراہ بھی رہ چکے ہیں اس لئے دفاعی نقطہ نظر سے ان کے تجزیئے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ان دنوں پاکستان میں سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے بحث جاری ہے۔ حکومتی عہدیدار اور دوسرے دانشور اس اہم ایشو پر اپنا اظہار خیال کر رہے ہیں۔ جنرل (ر) حمید گل نے بھی اپنے تازہ ترین مضمون میں سی ٹی بی ٹی کے اہم مسئلہ پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان کا مضمون "المرشد" کے قارئین کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

4 جنوری 2000ء کو انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز میں وزیر خارجہ عبدالستار صاحب سے سی ٹی بی ٹی پر براہ راست مکالمہ ہوا۔وزیر خارجہ نے مخالفین کو لاعلمی کا طعنہ دیا۔ان کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ سی ٹی بی ٹی کے مخالف اس کے مسودے کو پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ہم سی ٹی بی ٹی کے مسودے کو ایک عرصے سے پڑھ رہے ہیں' بلکہ اس کے ایک ایک حرف کی چھان پھٹک کر چکے ہیں۔

وزیر خارجہ نے وہی گھسے پٹے دلائل دیئے کہ ہم نے ایٹمی توانائی حاصل کر لی ہے۔ مزید تجربات کی ضرورت نہیں اور پاکستان کو اس معاہدے میں دی گئی شقوں پر اعتماد کرنا چاہئے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ اعتراض بھی کیا کہ ہم پر دباؤ ہے۔ انہوں نے کہا اس معاہدے پر دستخط کرنے سے ہمیں مراعات مل سکتی ہیں' بشرطیکہ ہم بھارت سے پہلے دستخط کر دیں۔

ڈاکٹر بشیر الدین کا استدلال یہ تھا کہ اگر ایٹمی دھماکوں کا سلسلہ بند کر دیا گیا تو پھر اپنی موجودہ ایٹمی صلاحیت کو ترقی نہ دے سکیں گے۔ یہ دلیل بالکل بوگس ہے کہ تجربات کے بغیر بھی ہم اپنی صلاحیت کو فروغ دے سکتے ہیں یا برقرار رکھ پائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: "سی ٹی بی ٹی نہ صرف ہر قسم کے دفاعی دھماکوں بلکہ پرامن دھماکوں پر بھی پابندی لگا دے گا۔ امریکہ 1045 ایٹمی دھماکوں کے بعد جس مقام پر پہنچا ہے' ہم اس مقام پر کبھی بھی نہیں پہنچ پائیں گے۔ ہمارے پاس اپنے ایٹم بم کی سیفٹی چیک کرنے کا کوئی طریقہ بھی نہیں بچے گا۔ ہمارے لئے تو ابھی روز اول ہے' مسلسل تجربات ناگزیر ہیں" یہ ایک کہنہ مشق سائنس دان کے خیالات کا نچوڑ تھا۔

مجھے اس پر حیرت اور مایوسی ہوئی کہ وزیر خارجہ کے پاس امریکی سینٹ اور ان کی حکومت کے درمیان بحث کی تفصیلات موجود نہ تھیں۔ تفصیلات میرے پاس موجود تھیں۔ میں نے بتایا کہ ہماری وزارت خارجہ اور سی ٹی بی ٹی کے حامی جو تشریح پیش کر رہے ہیں وہ امریکی تشریح سے بالکل مختلف ہے۔ میں نے امریکی قانون دانوں کے خیالات انہیں پڑھ کر سنائے' جن کا کہنا ہے کہ اگر آپ واضح مقاصد کے حامل کسی معاہدے پر دستخط کرتے ہیں تو اس معاہدہ سے علیحدگی اختیار کرنے تک انحراف ممکن نہیں۔ بین الاقوامی قانون یہی کہتا ہے۔ تمام تفصیلات گوش گزار کرنے کے بعد میں نے جو سوال اٹھائے وزیر خارجہ کے پاس ان کا سوائے اس جملے کے کوئی جواب نہ تھا کہ آپ سی ٹی بی ٹی کا مسودہ پڑھیں۔

وزیر خارجہ کو چاہئے کہ وہ چھ سابق امریکی دفاعی سیکرٹریوں کو بھی یہ معاہدہ پڑھنے کے لئے کہیں اور ہنری کسنجر کو بھی یہی مشورہ دیں' اس لئے کہ یہ سب اس معاہدے کو مہلک قرار دے چکے ہیں۔ بعض افراد نے وزیر خارجہ عبدالستار کے سامنے یہ سوال بھی اٹھایا کہ وہ کل تک سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کو خودکشی قرار دیتے تھے۔ وہ رائے اچانک بدل کیوں گئی.....؟ حالانکہ اس دوران مزید ایسے واقعات رونما ہو چکے جو ان کے سابق موقف کو تقویت دیتے ہیں۔ مثلاً امریکی سینٹ نے بھی اس کی توثیق سے انکار کر دیا' ایٹمی ڈاکٹرائن کے نام سے خوفناک بھارتی عزائم کا جن بوتل سے نکل آیا اور اس پر مستزاد یہ کہ امریکہ اور بھارت کا دفاعی گٹھ جوڑ بھی کھل کر سامنے آگیا۔ وزیر خارجہ کے پاس کوئی ٹھوس جواب نہ تھا۔ انہوں نے کہا دستخط کرنے سے ہمیں اخلاقی برتری مل جائے گی۔ میں نے جواب میں کہا: محض اخلاقی برتری کے لئے ملک و

www.naqshbandiaowaisiah.com

قوم کو اتنے بڑے خطرات سے کیوں دوچار کیا جائے۔ اس اہم سوال کا جواب وہ ٹال گئے۔ آج میں اپنے موقف کے حق میں قوم کے سامنے چند سوال اٹھا رہا ہوں:

1۔ ہم امریکہ کے ساتھ معاہدہ کر رہے ہیں یا اقوام متحدہ کے ساتھ؟ اگر یہ معاہدہ اقوام متحدہ کے ساتھ ہے تو پھر کوفی عنان سے بات ہونی چاہئے۔ امریکی افسروں اور حکام سے مذاکرات کیوں ہو رہے ہیں' امریکہ کیوں ہمارا بازو مروڑ رہا ہے؟

2۔ آئین کے تحت ہم قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی نہیں کر سکتے' تو پھر قرآن کے خلاف کوئی معاہدہ کس قانون کی رو سے کریں گے۔

وزیر خارجہ جن چوالیس ممالک کا حوالہ دیتے ہیں' ان میں سے صرف نو جوہری صلاحیت رکھتے ہیں' باقی ممالک کے دستخط کرنے یا نہ کرنے کی کچھ اہمیت نہیں۔ برطانیہ اور فرانس نے اس کی توثیق کی ہے' پاکستان' بھارت اور شمالی کوریا نے دستخط نہیں کئے۔ اسرائیل' امریکہ' چین اور روس نے دستخط کئے ہیں' مگر توثیق نہیں کی۔ توثیق سے پہلے فرانس نے مجموعی طور پر چھ سو اور برطانیہ نے 45 ایٹمی دھماکے کئے۔ لیکن وہ امریکی معلومات سے مسلسل مستفید ہوتے رہے ہیں۔ یہی مراعات اسرائیل کو بھی حاصل ہیں۔ بھارت سی ٹی بی ٹی پر دستخط اور توثیق کر دیتا ہے تو اسے بھی امریکہ کی طرف سے ایسی انفارمیشن براہ راست یا بالواسطہ ملتی رہے گی۔

ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ امریکی سینٹ نے توثیق سے انکار کے حق میں کیا دلائل دیئے۔ امریکی سینٹ میں کہا گیا:

☆ ہم آنے والی نسلوں کے لئے ٹیکنالوجی میں ترقی کے راستے بند نہیں کر سکتے۔

☆ ایٹمی ہتھیاروں کو ٹیسٹ کئے بغیر ان کی سیفٹی اور قابل بھروسہ ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

☆ دھماکوں پر پابندی عائد ہونے سے غریب ممالک کو ترغیب ملے گی کہ وہ چوری چھپے خام (CRUDE) بم بنائیں گے۔ جس سے دنیا میں عدم تحفظ پیدا ہو گا۔ خام بم اعلیٰ قسم کے بموں سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوں گے۔

دوسری طرف امریکی انتظامیہ کی دلیل یہ تھی کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے ہمیں دوسرے ممالک کے حساس علاقوں تک رسائی حاصل ہو جائے گی یعنی اپنے جاسوسی کے نظام کو دنیا بھر میں آسانی سے پھیلا سکیں گے۔ لیکن ان کی اصل دلیل یہ ہے کہ اس طرح اسرائیل کی ریاست محفوظ ہو جائے گی۔ اسرائیل کو پاکستان کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا ہے۔

سی ٹی بی ٹی کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ پانچ بڑی طاقتوں کے کلب سے باہر کے ممالک کو جوہری طاقت نہ بننے دیا جائے۔ سی ٹی بی ٹی کے مسودے کے آغاز میں اس کے اغراض و مقاصد بیان ہوئے ہیں' جن میں واضح طور پر درج ہے کہ اس معاہدے کے بعد ہر قسم کا دھماکہ' خواہ پرامن ہی کیوں نہ ہو' بند کر دیا جائے گا۔ آج اگر ہم دباؤ قبول کر لیتے ہیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کل دباؤ مزید نہیں بڑھے گا اور ہم مزید کمزور نہیں ہو جائیں گے۔ امریکی حکام نے تو یہ بات واضح کر دی ہے کہ سی ٹی بی ٹی کافی نہیں پاکستان کو این پی ٹی پر بھی دستخط کرنے ہوں گے۔ ایف ایم سی ٹی اور این پی ٹی وہ معاہدات ہیں' جو ایٹمی کلب کے ممالک کو متاثر نہیں کرتے' جنہوں نے 1967ء سے پہلے ایٹمی دھماکے کر لئے تھے۔ ان میں امریکہ' روس' برطانیہ' فرانس اور چین شامل ہیں۔ اب رہ گئے اسرائیل' بھارت' کوریا اور پاکستان۔ اسرائیل تو ان کا بغل بچہ ہے' پابندی سے اس پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ بھارت کی ایٹمی ڈاکٹرائن کو امریکی قبول کر چکے ہیں۔ ہندوستان سلامتی کونسل میں نشست حاصل کرنے کا خواہاں ہے۔ امریکہ نے ہندوستان کی برتر حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ لہٰذا کسی مرحلے پر وہ ہندوستان کو سیکورٹی کونسل کی سیٹ بھی دلوا دے گا۔

سی ٹی بی ٹی کے حق میں ہمارے دفتر خارجہ کی یہ دلیل کہ ہمیں مراعات ملیں گی' کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا' قطعاً بے بنیاد ہے۔ واشنگٹن معاہدے کے حق میں نواز شریف کی اس دلیل کا کیا حشر ہوا کہ کارگل پسپائی سے امریکہ مسئلہ کشمیر حل کرائے گا...... ؟ سی ٹی بی ٹی پر پسپائی کے بعد امریکہ کو مکر جانے سے کون روکے گا؟

ہمارے وزیر خارجہ نے ہندوستان سے پہلے دستخط کرنے کے "فوائد" سمیٹنے کی بات بھی کی۔ یہ سوال یہ ہے کہ ان کے پاس کیا ضمانت ہے کہ اگر وہ دستخط کر دیں گے تو ہندوستان بھی کر دے گا۔ مراعات تو کجا کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا کرنے کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ ہمیں پچاس کروڑ ڈالر کی پیشکش کی جا رہی ہے' جبکہ ہم اپنی سلامتی کا سودا محض پچاس کروڑ ڈالر کے عوض کر رہے ہیں۔

معیشت کی تباہی کا سر املبہ ایٹم بم پر کیوں ڈال رہے ہیں۔ معیشت تو اس لئے خراب ہوئی کہ ملک کو لوٹا گیا۔ اگر محض معیشت ہی پیش نظر ہوتی تو پاکستان کبھی نہ بن سکتا۔ قائداعظمؒ نے ماہرین معیشت کے دلائل کو رد کر دیا تھا۔ جب ہی پاکستان قائم ہوا۔ آزادی اور سلامتی کی بولی نہیں لگائی جا سکتی۔

کہا جا رہا ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر قومی اتفاق رائے پیدا کیا جائے گا۔ لیکن عملاً اتفاق رائے نہیں اختلاف وانتشار پیدا ہو رہا ہے۔ حکومت کا ایجنڈا داخلی مسائل حل کرنا اور قوم میں اعتماد پیدا کرنا تھا۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط سے اعتماد کے بجائے قوم میں احساس

www.naqshbandiaowaisiah.com

شکست پیدا ہوگا۔ 12 اکتوبر 1999ء کو جو قوم متحد تھی، کیا آج اس کے اتحاد میں دراڑیں نہیں ڈالی جارہیں اُسے تقسیم نہیں کیا جارہا؟

ٹی وی پر سی ٹی بی ٹی کے حق میں یکطرفہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ حکومت اس بحث میں فریق بننے کی غلطی نہ کرے، کھلی بحث ہونے دے۔ میں نے اس موضوع پر تفصیلی تقاریر کیں اور مضامین لکھے ہیں۔ میں اب بھی وزیر خارجہ کے ساتھ ہر مقام پر بحث کرنے کو تیار ہوں۔ وہ اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ قوم ان کے موقف سے متفق نہیں۔ لیکن زہریلی گولی کو چینی میں لپیٹ کر پیش کررہے ہیں۔ کلنٹن کا دورہ کامیاب کرنے کے لئے ہم کسی کو بھی اپنی آزادی پلیٹ میں رکھ کر پیش نہیں کرنے دیں گے۔

سی ٹی بی ٹی پر اس بیکار مباحثے کا سب سے بڑا نقصان فوج کے محترم ادارے کو پہنچ رہا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی فوج اپنی دفاعی صلاحیت اپنے ہی ہاتھوں کمزور کرنے پر راضی ہو جائے۔ انشاء اللہ سی ٹی بی ٹی پر کوئی دستخط نہیں کر سکتا۔ بیرونی معاہدوں کا حشر ہم دیکھ چکے ہیں۔ ریڈ کلف ایوارڈ سے لے کر معاہدہ تاشقند تک.. جنیوا سے شملہ تک اور اعلان لاہور سے اعلان واشنگٹن تک۔ کسی معاہدے نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ سی ٹی بی ٹی بھی ایک خطرناک جال کے سوا کچھ نہیں۔ آج ہم چند ٹکوں کی خاطر جھک گئے تو پاکستان کے مستقبل پر ہمیشہ کے لئے تاریکی کی مہر ثبت ہو جائے گی (خدانخواستہ)

جہاں تک تائید میں دلائل کا تعلق ہے تو کیا ہم بھول گئے کہ جنیوا معاہدے کے حق میں بھی دلائل کے انبار لگائے جارہے تھے اور موجودہ وزیر خارجہ (اس وقت کے خارجہ سیکرٹری) معاہدے کے حق میں پیش پیش تھے۔ کیا وہ تاریخ کی گواہی کو بھی جھٹلائیں گے؟

بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور

جناب محمد امین نے "المرشد" کے لئے ضرورت رشتہ کا ایک اشتہار ارسال کیا ہے، مگر ایڈریس نامکمل ہے اور لکھائی بھی صاف نہیں، برائے کرم آپ اشتہار صاف اور مکمل ایڈریس کے ساتھ [illegible]

اسرار التنزیل

قرآن مجید کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان کی اچھوتے اور منفرد انداز میں لکھی ہوئی تفسیر "اسرار التنزیل" چھپ چکی ہے۔

جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہے۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

کلامِ شیخ

کیا کہتا ہے ناصح لوگو روکو اس دیوانے
ہم نکلے ہیں سر کٹوانے یہ نکلا سمجھانے کو

موت فنا کا نام نہیں ہے یہ تو اک دروازہ ہے
گزریں گے سب عاشق اس سے تیری دیدہی پانے کو

مردہ ہیں وہ اس دنیا میں جو دل عشق سے خالی ہیں
عشق فنا سے بالاتر ہے کر دو خبر زمانے کو

سود و زیاں کی باتیں چھوڑو عاشق یہ کب سمجھیں گے
ناصح بات سناؤ ان کی' چھیڑوں اس افسانے کو

ہے دنیا رنگین' تو ساقی اس سے ہم کو کیا مطلب
ہم آئے ہیں اس دنیا میں پیاسے پیت لگانے کو

اپنا دل تو اجڑ چکا ہے' لٹ بھی چکا ہے' جل بھی چکا ہے
آؤ عبرت کا ساماں ہے دیکھو اس ویرانے کو

خاک نشینوں کو مت چھیڑو ان کے حال پہ رہنے دو
ان کے پیر کی ٹھوکر ورنہ دے دی گی الٹ زمانے کو

جیسے جیسے بادل برسیں' برسیں میری آنکھیں بھی
تیری یاد کے آنسو آن میں رکھے ہیں برسانے کو

دانشمندی اچھی شے ہے پر سیماب جی بات سنو!
شمع جلے تو یہ سمجھانا تو جا کر پروانے کو

سیماب اویسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

لذت آشنائی

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان 31-12-99

بسم الله الرحمن الرحیم ٥یایها الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون٥

رمضان المبارک کا تیسرا عشرہ شروع ہوگیا اور اس دفعہ خوش قسمتی سے رمضان المبارک میں پانچ جمعتہ المبارک آئے ہیں۔ یہ اللہ کریم کا مزید احسان ہے۔ میں نے عمداً مسائل واحکام رمضان بیان نہیں کیے اس لئے کہ وہ ہر جگہ بیان ہوتے ہیں' چھوٹی موٹی کتابوں میں مل جاتے ہیں اور آج کل تقریباً ہر اخبار میں مل جاتے ہیں' ہر آدمی دیکھ سکتا ہے ضروری ہو تو پوچھا جاسکتا ہے میرا موضوع پہلے جمعہ سے یہی آیہ کریمہ ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

کہ ایمان والو تم پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے 'اسی غرض سے فرض کیے گئے ہیں' اسی نتیجے کو پانے کے لئے فرض کیے گئے ہیں جس نتیجے کو پانے کے لئے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے۔ اور وہ نتیجہ کیا تھا۔ لعلکم تتقون۔ تاکہ تم متقی ہو جاؤ' تقویٰ حاصل کرلو۔ حصول تقویٰ کے لئے انسان کو اوصاف ملکوتی اختیار کرنا پڑتے ہیں۔ انسان آمیزہ ہے اوصاف حمیدہ کا اور اوصاف ملکوتی کا اور بہمیت کا۔ اس میں بدن کی نسبت سے جو خصوصیات پیدا ہوتی ہیں وہ وہی ہیں جو دوسرے بہائم میں پیدا ہوتی ہیں بھوک کا لگنا' آرام کی طلب' اولاد کا پالنا' دنیا کی خواہش یہ ساری وہی چیزیں ہیں جو ہر جانور میں پائی جاتی ہیں اور بدن کی خصوصیات یہی ہیں کہ وہ اپنے آرام کی فکر کرے' اپنی بقا کی فکر رکھے اپنے آپ کو ہر چیز پر مقدم رکھے جب کہ روحانیت کی طرف سے چونکہ روح عالم امر سے ہے اور عالم امر یا امر صفات باری میں سے ہے ازلی وابدی ہے اس کی روح میں ابدیت ہے اس کے لئے فنا نہیں ہے مخلوق ہے لیکن لافانی ہے۔ اب روح کی نسبت سے جو اوصاف اس میں آتے ہیں وہ فرشتوں سے بلند تر ہیں۔ اوصاف ملکوتی ہیں بلکہ ملائک سے بھی زیادہ منزہ اور شفاف ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ یہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر صرف جسم کی خواہشات وضروریات کے لئے پوری زندگی محنت کرتا رہتا ہے اور روح اور روحانیت ثانوی درجے میں چلی جاتی ہے۔ یہ ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے' کافر کے لئے تو روح کا کوئی معنی ہی نہیں۔ آپ پوری کافر دنیا کا مطالعہ کر لیجئے' ان کی سائیکالوجی پڑھ لیجئے تو اس میں سوائے مادی لذات کے' حصول زر کے' تکمیل خواہشات کے یا تکمیل ہوس کے اور کوئی ان کا زندگی کا ٹارگٹ ہی نہیں جسے وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں' کوئی منزل ہی نہیں جسے وہ پانا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے پاس روح کا' آخرت کا' ذات باری کا نہ تصور ہے نہ ایمان ہے نہ یقین ہے نہ عقیدہ ہے۔ لیکن مومن جب مادی ضروریات میں پڑتا ہے تو یہ ایمان ایک ایسی نعمت ہے اور مسلمانوں کے گھر پیدا ہونا اللہ کریم کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہزار خطاؤں میں غرق ہونے کے باوجود دل کے کسی نہ کسی گوشے میں اللہ کا تصور آخرت کا خیال اور اللہ سے محبت کی طلب یہ سب چیزیں دل کے کسی نہ کسی گوشے میں رہتی ہیں لیکن یہ چیزیں گوشے میں رکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ انسانی تخلیق کا جو فلسفہ ہے یا مقصد ہے وہ یہ ہے کہ یہ چیزیں غالب آئیں اس میں بہمیت ہو اسے بھوک لگتی ہو یہ کھاتا پیتا ہو یہ سوتا جاگتا ہو اسے گرمی سردی محسوس ہوتی ہو اس کے بیوی بچے ہوں اس کا گھر بار ہو اس کا کاروبار ہو اقتدار کی طلب اس میں ہو اس کی خواہش ہو کہ لوگ میری عزت کریں میرے پاس دولت ہو لیکن یہ ساری چیزیں عشق الٰہی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہ رکھتی ہوں۔ اس کا تعلق رب جلیل سے ایسا ہو کہ یہ ساری چیزیں اس تعلق کو بڑھانے کے لئے کام آئیں خود اپنی ذات کے لئے نہیں۔ اگر حکمران بن جائے تو دنیا کو عدل سے بھر دے۔ اگر دولت مند بن جائے تو ہر بے کس کی دستگیری کرنے والا ہو اگر اسے علم میں ملکہ حاصل ہو جائے تو ہر گمراہ کی رہنمائی کرنے کے لئے موجود ہو اس کے پاس جان مال اولاد جو بھی ہو ان سے یہ محبت بھی کرے

ان کا تحفظ بھی کرے لیکن ان سب کو اللہ کی طلب پر قرب الٰہی پر قربان کرتا چلا جائے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم عن الخطاط ہیں اور ان پر مصیبتیں تو آتی ہیں اور سب سے زیادہ آتی ہیں لیکن ترقی درجات کے لئے اور مزید مقامات علیاپانے کے لئے آتی ہیں امتحان کے لئے نہیں آتیں۔ ہم خطاکاروں پہ جو آتی ہیں وہ آزمائش ہوتی ہے کہ اس میں یہ ثابت قدم رہتا ہے یا نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کو تو چونکہ اثبات قدم ازل سے حاصل ہوتا ہے معصوم عن الخطا ہوتے ہیں تو ان پر جو مصیبتیں آتی ہیں ان کی ترقی کا سبب بنتی ہیں اور عامتہ الناس کیلئے قائم کی جاتی ہے کہ یہ مقام ہے عشق الٰہی کا۔ اب اس ضمن میں ایک مثال لے لیجئے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کہ بچپن میں مقابلہ شروع ہوا اور بڑھاپے تک گھر سے خاندان سے لیکر حکمرانوں اور حکومتوں تک مقابلہ رہا۔ آگ کے دریا سے گزرے اور مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ بہت بڑا آلاؤ تھا آگ کا اور جب اس میں پھینکنے کی تیاری کی جارہی تھی تو جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی کہ بارالٰہا تیرے خلیل علیہ السلام کو محض اس جرم میں کہ وہ تیرا نام لیتا ہے تیری توحید بیان کرتا ہے آگ میں جھونکا جارہا ہے یہ ملائکہ کی اتنی فوج یہ کب کام آئے گی ہمیں اجازت دیجئے آگ بجھادیں۔ خلیل اللہ علیہ السلام کو اٹھالیں کفار کو تہس نہس کردیں مار دیں کوئی کچھ تو کیا جائے تو فرمایا جبرائیل میری طرف سے اجازت ہے۔ اس کے پاس جاؤ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ اگر وہ کہتا ہے تو اس کی مدد کرو تو وہ جب بارگاہ میں حاضر ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اور عرض کی کہ میں نے یہ سوال پیش کیا ذات باری کو اور اللہ نے مجھے آپ علیہ السلام سے اجازت لینے کا حکم دیا آپ علیہ السلام اجازت دیجئے ہم یہ سارے حالات بدل دیتے ہیں۔ کوئی بھی جو آپ علیہ السلام کی ضرورت ہو خواہش ہو پوری کریں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا جبرائیل یہ سب کچھ تو نے دیکھا تو نے محسوس کیا اور تو نے چاہا کہ میں مدد کروں وہ ذات بھی دیکھ رہی ہے دیکھ رہی ہے جانتی ہے جانتی ہے چاہے تو مدد کر سکتی ہے قادر ہے ہر چیز پہ۔ فرمایا! پھر تیری کیا ضرورت ہے تو کیوں تکلف کرتا ہے۔ جب اللہ موجود ہے وہ خود ملاحظہ فرمارہا ہے' وہ خود میرے دل کو' میرے حال کو میری خواہش کو' میری آرزو کو جانتا ہے' جو کچھ میرے نہاں خانہ دل میں ہے اسے جانتا ہے' جو کچھ آگ میں پھینکنے والوں کے ارادے ہیں ان کی خواہش ہے اسے جانتا ہے اور اسے تیری مدد کی ضرورت نہیں وہ جو چاہے وہ خود کر سکتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے مجھے اسی آگ میں جلنا ہے تو تیرے درمیان آنے کی ضرورت نہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ جب آگ میں پھینکے گئے تو اللہ نے براہ راست آگ کو حکم دے دیا۔

یانارکونی برداً وسلاماً علی ابراہیم۔

آگ آج مزاج بدل دے ساری عمر جلاتی رہی ہے آج سبزہ اگلنا شروع کردے اور تمام تفاسیر میں موجود ہے کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام آگ میں داخل ہوئے تو جو لکڑیاں جل رہی تھیں بہت دور دور تک سب کی آگ ہی سرد نہیں ہوئی ساری سرسبز ہو کر درخت اور پودے بن گئے۔ اور ایک باغ بن گیا گرداگرد آگ جل رہی ہے اور درمیان میں ایک باغ کھلا ہوا ہے۔ اس حال سے گزر کر بڑھاپے میں آپ علیہ السلام کو فرزند عطا ہوا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ فرمایا اس کو بھی اور اس کی امی کو بھی وہاں چھوڑ آؤ جہاں کبھی بیت اللہ ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ طوفان نوح علیہ السلام میں بیت اللہ شریف بھی ڈھیہہ گیا اس کے بعد جو اسود اٹھالیا گیا بیت اللہ کا وجود اور عمارت نہیں تھی انبیاء علیہم الصلوۃ تشریف لے جاتے رہے جن کی قومیں غرق ہوگئیں اکثر نبی وہیں چلے گئے اور وہاں طواف فرماتے رہے لیکن وہ مٹی کی ایک ڈھیری تھی عمارت نہیں تھی۔ اب وہ کہاں ہے فرمایا جبرائیل امین علیہ السلام رہنمائی کریں گے۔ اس بڑھاپے میں محبوبہ بیوی جو ہر حال میں ہر مشکل میں ہر امتحان میں ہم رکاب رہی اور ایک ننھا سا شیر خوار بچہ جو اٹھ نہیں سکتا بیٹھ نہیں سکتا اسے لیکر وہاں پہنچے اور جب وہاں پہنچے تو حکم تھا کہ انہیں یہاں چھوڑ دیجئے آپ واپس جایئے انہیں چھوڑ کر واپس ہوگئے۔

تومائی صاحبہ نے پوچھ لیا کہ ہمیں آپ اس ویرانے میں جنگل میں یہاں کوئی پرندہ بھی نظر نہیں آتا پانی نہیں ہے کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ انسان تو کجا' یہاں کوئی جانور کوئی پرندہ تک نہیں کس کے بھروسے پہ چھوڑ رہے ہیں؟ فرمایا! اللہ کے۔ تو انہوں نے فرمایا تو پھر وہ کافی ہے آپ جایئے۔ اور پھر جس بے تابی سے پانی کو دیکھنے کے لئے صفا و مروہ پہ دوڑیں پھر ادھر اسماعیل علیہ السلام کی فکر بھی تھی پہاڑی پہ چڑھ کر بھی دیکھنا چاہتی تھیں تو ان کی وہ بے تابی اپنا پیاس سے یہ حال ہے کہ چھاتیوں میں دودھ خشک ہوگیا حد ہے یعنی پیاس کی کہ ماں کی چھاتیوں میں نوزائیدہ بچے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے لئے دودھ نہیں اتر رہا چاہئے تو تھا شکایت کرتیں کہ میرے لئے دنیا میں خدا یا کچھ بھی نہیں ہے ہمارے لئے پانی بھی نہیں ہے شکایت نہیں آئی لب پر۔ دنیا عالم اسباب ہے دیکھتے ہیں اس پہاڑ پہ جا کے دیکھتے ہیں ادھر سے دیکھ اللہ کا حکم ہے کہ اسباب اختیار کرو۔ تو دیکھتے ہیں کہیں شاید مل جائے نصیب میں ہو گا مل جائے گا لیکن اللہ سے تو شکایت اس لئے نہیں ہے کہ کیا عجیب بات ہے کہ اتنی بھری کائنات میں سے اتنی مخلوق میں سے اپنے پاس اکیلا رہنے کے لئے اس نے مجھے پسند کر لیا یہ شرف میرے حصے میں آیا کہ وہ اللہ ہو میں ہوں تنہائی ہو ویرانہ ہو بات بھی کروں تو اسی سے یاد بھی کروں تو اسی کو یہ تو شکایت کا نہیں یہ تو شکر کا مقام ہے۔ اب انسان بھی تھیں گرمی بھی لگتی تھی دھوپ بھی لگتی تھی پیاس بھی لگی تھی بھوک بھی لگی تھی بچے کا غم بھی تھا فکر بھی تھا تو پہاڑوں پہ بے تابانہ دوڑیں وہ قادر ہے ننھا اسماعیل علیہ السلام جہاں ایڑھیاں رگڑ رہا تھا وہاں اس نے چشمہ جاری کر دیا اور ایسا چشمہ کہ جو پانی بھی ہے اور غذا بھی ہے جو غذا بھی ہے اور ہر مرض کی دوا بھی ہے جس میں شفا بھی رکھ دی جو بھوک بھی مٹاتا ہے جو پیاس بھی مٹاتا ہے۔

اور نبی علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ جو مائی صاحبہ نے دیکھا دوڑ کر گئیں تو پانی بہنا شروع ہو گیا تھا ارد گرد ریت کی دیوار بنا تیں وہ پھر بہنا شروع ہو جاتا ابھی تک جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں ہر مرض کے لئے شفا ہے اور فرمایا اتنا پیو کہ جتنا سما کے پیٹ پھٹنے پہ آ جائے زم زم پیاس مٹانے کے لئے نہ پیو زم زم اتنا پیو کہ جتنا زبردستی پی سکتے ہو پیٹ بھر لو اس کی کثرت جو ہے وہ شفا کی کثرت ہے۔

اور وہ بے تابی اس کریم کو ایسی پسند آئی کہ تب سے لیکر قیامت تک ہر آنے والے کو ان پہاڑوں پہ دوڑا دیا اپنے ہر محبت کرنے والے کو اپنے ہر چاہنے والے کو اپنے ہر عاشق کو اپنے ہر محبوب کو جس پہ خود مہربانی کی اسے بھی اور تو اور آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان راستوں پہ دوڑے سعی فرمائی وہ ادا ہی پسند آ گئی اس کریم کو وہ بے قراری وہ بے تابی پسند آ گئی اور ہر عمل پہ ایک خاص قسم کی رحمت ایک خاص قسم کی عطا ہوتی ہے اور اس کے اپنے انوارات اس کا اپنا ایک خاص رنگ اس کا اپنا ایک مزہ ہوتا ہے۔ تو فرمایا یہاں دوڑو اگرچہ تمہارا کوئی اسماعیل نہیں تڑپ رہا لیکن وہ لذتیں اور انوارات قرب کے وہ منازل ان کی وہ کیفیات میں سے تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور دوں گا جو یہاں آئے ہو وہاں دوڑ کے بھی دیکھو۔

اسی اسماعیل علیہ السلام کو جب وہ ذرا چلنے کے قابل ہوا تو فرمایا میرے نام پہ ذبح کر دو تو کیسی عجیب بات ہے نبی علیہ السلام کے لئے کوئی آزمائش نہیں ہے یہ ان فرشتوں کو دکھایا جا رہا ہے۔ جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ آپ کوئی مخلوق پیدا کریں گے تو وہ فساد ہی کرے گی اور خون ریزیاں ہی ہوں گی تیری تسبیح کے لئے تو ہم کافی ہیں فرمایا تمہاری نہ اولاد نہ اولاد کی محبت تمہارا گلا کٹ سکتا ہے نہ تمہیں خون آتا ہے نہ چھری تمہیں تکلیف دیتی ہے نہ تمہیں نیند آتی ہے نہ تمہیں بھوک لگتی ہے۔ ان ساری چیزوں کو ساری محبتوں کو سارے پیار کو دیکھو میرے راستے میں کس طرح نچھاور کرتا ہے۔ آؤ دیکھو تم کہہ رہے تھے اس مخلوق کی کیا ضرورت ہے۔ قربانی کا حکم دیدیا اور آپ علیہ السلام نے پورا کر دیا۔

قد صدقت الریا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

اللہ کریم نے ہمیں انتہائی خوش قسمتی عطا فرمائی جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا پیدا ہی ان گھروں میں کیا جو دامان رسالت ﷺ سے وابستہ تھے جہاں اس کا نام لیا جاتا تھا اس کے حبیب ﷺ کا نام لیا جاتا تھا دنیا میں ہم وارد ہوئے تو ہمارے کان میں جو پہلی آواز پڑی وہ یہی تھی اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان محمد رسول اللہ۔ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے وہ جو پہلے دن اذان جو بظاہر مہمل سی نظر آتی ہے کہ ابھی بچہ پیدا ہوا ہے اس کے کان میں اذان کہو کیا ہو گا' ہو گا یہ کہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کا نام دل کی گہرائی میں لکھا جائے گا۔ ساری عمر گناہ تو کرتا رہے گا خطائیں تو کرتا رہے گا لیکن اس کے دل سے اللہ کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کا نام مٹے گا نہیں۔ کبھی تو واپس بھی آ سکتا ہے یہ جو بظاہر فضول سا عمل ہے اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ جس کے کان میں اذان کی آواز پڑی اس کے دل میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی گوشے میں تو نور ایمان رہ ہی جاتا ہے اور اگر اس پر اسے تعمیر کی توفیق مل جائے تو بنی بنائی بنیاد اس کے گھر میں ہوتی ہے اس پر عشق الٰہی کو تعمیر کر لیتا ہے یہ بھی اس کا احسان تھا کہ اس نے ہمیں دامان رحمت العالمین ﷺ سے وابستہ فرمایا اور فرمایا دن میں پانچ دفعہ میرے ساتھ روبرو بات کیا کرو الصلوۃ معراج المومنین۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ مومن کی نماز اس کی معراج ہے اس کی عظمتوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

کی امین ہے کہ اسے اللہ کے روبرو کر دیتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا فانه ینادی ربه نمازی پروردگار سے سرگوشیاں کر رہا ہوتا ہے۔

پھر رمضان کا مبارک مہینہ پھر اس میں شیاطین کو قید کر دیا رحمت کے دروازے کھول دیئے پہلا عشرہ رحمت کا دوسرا بخشش کا تیسرا عشرہ فرمایا جہنم سے آزادی کا ہے اتق من النار تو اس پر بس نہیں کیا فرمایا آخری عشرے میں اگر ساری دنیا سے الگ ہو جاؤ ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہاجرہ رحمتہ اللہ علیہا کی طرح اسماعیل علیہ السلام کی طرح محمد رسول ﷺ کی طرح موسیٰ علیہ السلام کی طرح جیسے وہ طور پر چلے گئے میرے ان محبوب بندوں کی طرح جن کو میں نے اپنی ذات کے لئے کائنات سے الگ کر لیا کچھ لمحے۔ بگڑنے کے لئے کوئی صدیاں نہیں لگتیں ہیں ایک لمحہ لگتا ہے اچھا بھلا بندہ بگڑ جاتا ہے اسی طرح بننے کو بھی صدیاں نہیں لگتیں ایک لمحہ لگتا ہے بدکار بدل جاتا ہے یہ لمحوں کے فیصلے ہوتے ہیں اور یہ نصیب کے فیصلے ہیں۔ اب ایک ہستی کو اس نے مبعوث فرمایا جو ساری کائنات کے لئے رحمت ہے یعنی جتنی رحمت ذات الٰہی سے مخلوق کو نصیب ہوتی ہے وہ مجسم ہو کر محمد رسول ﷺ سے آتی ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں تو برکات وہیں سے آتی ہیں سورج روشنی دیتا ہے تو برکات وہیں سے آتی ہیں زمین گردش کرتی ہے بارشیں برستی ہیں کونپلیں پھوٹتی ہیں کوئی مرتا ہے پیدا ہوتا ہے زندگی موت سارا سلسلہ جہاں جہاں رحمت کو دخل ہے اس ساری رحمت کا مرکز کہاں ہے۔

وما ارسلنك الا رحمته العلمین۔ معمولی بات نہیں ہے جس طرح سارے جہانوں کے لئے سورج ہے زمین آسمان کے لئے سورج ہے اس سے اوپر بھی کائنات ہے شاید اسے سورج کی ضرورت نہیں ہوگی بالائے آسمان لیکن وہ ساری مخلوق ہے عرش عظیم تک عالمین میں شامل ہے۔ اور سورج کی کرنوں کی تو ایک حد ہے محمد رسول ﷺ کی رحمتیں وہاں تک پہنچتی ہیں جہاں تک مخلوق ہے۔ اب جس ہستی میں اتنی نورانیت اتنی روشنی اتنی ہدایت اتنی محبت اتنا عشق اتنی رحمتیں جمع کر دیں کہ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی کوئی کافر ان کا نام خلوص سے لے لے اور پڑھ لے اشهدان لا اله الا الله اشهدان محمد عبده ورسوله تو اس کی ساری کفر کی شرک کی ساری خباثتیں ساری غلاظتیں صاف ہو جائیں اور نور ایمان سے منور ہو جائے۔

اب اتنی عظیم ہستی تو اتنی عظیم رحمت کو اتنی تجلیات کو اس نے مختص کر دیا ایک بندے کے لئے تین راتیں تین دن ساری کائنات سے کاٹ کر غار ثور میں ابوبکرؓ کی گود میں دے دیا۔ بھلا اندازہ کرو کہ وہ رحمت جو ساری کائنات کو چلا اور رواں دواں رکھے ہوئے ہے اسے فقط ایک ہستی کی گود میں دے دیا۔

نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آسمان دیکھا صاف آسمان ستاروں سے بھرا ہوا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کسی کی نیکیاں تو ایسی بھی ہوں گی جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہے۔ فرمایا عمر فاروق کی نیکیاں ایسی نظر آتی ہیں۔ تو انہوں نے مزید عرض کیا کہ میرے والد؟ فرمایا اس کی بات نہ کرو اس کا معاملہ اور ہے۔ یہ بات سیدنا فاروق اعظمؓ کو پہنچی تو ایک دن ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں (عمر) جو ہوں میری نیکیاں اتنی ہو گئی ہیں کہ ایسی نظر آتی ہیں جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوتا ہے فرمایا الحمد اللہ اللہ کے حبیب ﷺ نے سچ کہا ہے فرمایا میں آپ سے تصدیق کرانے نہیں آیا میری آرزو یہ ہے کہ یہ ساری نیکیاں آپ لے لیں آپ کے پاس ثور کی تین راتیں ہیں ایک رات مجھے دے دیں یہ ساری لے لیں ایک رات مجھے دے دیں انہوں نے فرمایا اگر دینا ہوتی تو وہ خود دیتا یہ تو اپنا اپنا حصہ ہے۔ فرمایا اس رات میں صرف نیکیاں نہیں ہیں اس میں لذت آشنائی ہے وہ وصل کی رات ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

فرمایا اس میں صرف ثواب یا نجات نہیں ہے بھائی اس میں تو وصل کی لذتیں ہیں اور وصال کے لمحات ہیں بھلا وصل کے لمحات کوئی دیتا ہے۔

تو یہ جو لمحات ہوتے ہیں اور وہ لمحات جو کبھی کائنات سے کٹ کر محض اللہ کی یاد سے نصیب ہو جائیں تو پھر ایک رشتہ بن جاتا ہے اور رشتہ ایسا بنتا ہے جو ابوبکرؓ کو نصیب ہوا۔ تو سیرت میں دیکھ لیجئے کہ ساری زندگی ایک واحد ہستی ہے ابوبکر صدیقؓ جس نے کبھی نبی کریم ﷺ سے سوال نہیں کیا۔ باقی صحابہؓ کے خلوص میں کوئی شبہ تو نہیں ہے علیٰ حفظ مراتب ان کی عظمتیں قابل رشک ہیں لیکن کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی یہ بات آگئی ہے یا رسول ﷺ یہ کیسے ہے ابوبکر صدیقؓ نے یہ کبھی نہیں پوچھا کہ یہ کیوں کرنا ہے یا کیسے کرنا ہے کیوں' وہ جو قرب انہیں نصیب ہوا تھا وہ جو وصل کے لمحات انہیں نصیب ہوئے تھے ان

میں رشتہ ایسا بن گیا کہ کیوں اور کیسے درمیان میں آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اور کیوں اور کیسے سے وہ رشتہ بالاتر ہو گیا یہ سارے مدارج ہیں تقویٰ کے ہم کلمہ گو اگرچہ گناہ کرتے ہیں لیکن ایک خیال رہتا ہے کہ میں نے برا کیا یہ بھی تقویٰ ہے کمزور سہی رشتہ تو ہے ہمیں گناہ سے روک دیتا ہے ڈر لگتا ہے ہم نہیں کرتے یہ بہت اچھا تقویٰ ہے تقویٰ کی بہت اعلیٰ مثال ہے لیکن وہ تو وہ تقویٰ چاہتا ہے جب تم نیکیاں کرو ہر وقت ذکر کرو مخلوق سے کٹ جاؤ صرف تم ہو میں ہوں میری یاد ہو اور پھر تمہارا دل رو رہا ہو کہ بارالٰہا مجھے کچھ اور چاہئے۔ گناہ کا تصور نہ ہو' جہاں کسی سے زائد بات کرنے کی فرصت نہ ہو' وقت بے وقت کھانے پینے کی بات نہ ہو' نفس کی خواہشات سے رک جاؤ' بیویوں سے دور ہو جاؤ' بچوں سے الگ ہو جاؤ' مسجد کے گوشے میں قیام پذیر ہو جاؤ' ہر وقت میرا ذکر' میری یاد تمہارا سرمایہ ہو اور پھر بھی دل سے ہوک اٹھے کہ کچھ اور چاہئے۔ اب یہ اس کی عطا ہے یہ اس کا احسان ہے کہ وہ کس کس کو اس کام کے لئے توفیق عطا کرتا ہے۔

دنیا میں عورتیں کم نہ تھیں کائنات بھری ہوئی تھی نیک پارسا بھی تھیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بھی اکیلی بیوی مائی ہاجرہ نہیں تھیں۔ نبی کی سب بیویوں کی عظمت یہ ہے کہ وہ آخرت میں بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گی نبی کے مقام پر ہوں گی جہاں نبی کا مقام ہو گا وہیں ان کی ازدواج بھی ہوں گی اس کے باوجود وہ لمحے حضرت ہاجرہ کو بخشے۔ امت خیر الانام تو قیامت تک جائے گی بڑے بڑے مجاہد بڑے بڑے علماء بڑے بڑے صلحاء بڑے بڑے عظیم لوگ۔

کسی نے عرض کی تھی یارسول اللہ ﷺ آپ اللہ کی امت کے پہلے لوگ بہت اچھے ہیں یا درمیان والے یا آخری۔ فرمایا میری امت کی مثال اس بارش کی ہے جو برستی ہے تو جل تھل کر دیتی ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ پہلے تیز تھی یا آخر میں تیز تھی۔ دنیا کا کوئی بندہ نہیں سمجھ پائے گا آخر تک ایسے لوگ آتے رہیں گے۔ کہ سمجھ نہیں آئے گی کہ کیسے عجیب لوگ ہیں اگر اتنے عظیم لوگ قیامت تک آنے ہیں تو خلوت کے چند لمحے تو صرف ابوبکر صدیقؓ کو بخشے۔ کیا یہ عجیب تر بات نہیں ہے۔ اس کے اپنے طریقے ہیں۔

تقویٰ کے مقامات و منازل مدارج دیکھتا ہے اور بندے کو آگے آگے لے جاتا ہے اب اس نے اس آخری عشرے میں اعتکاف بنا دیا یہ سب کچھ چھوڑ کر نو دس دنوں کے لئے الگ ہو کر کائنات سے کٹ کر مسجد میں بھی غیر ضروری بات نہ کرو بس۔ زبان کھلے تو اس پر میرا کلام ہو زبان کھلے تو اس پر درود ہو زبان کھلے تو اس پر میری تسبیح ہو آنکھ دیکھے تو میری عظمتوں کو دیکھے دل سوچے تو مجھے سوچے دماغ سوچے تو مجھے سوچے ہر چیز سے کٹ جاؤ کتنا بڑا انعام ہے اس کا۔

لیکن یاد رہے یہ سب کچھ جاننے والوں کے لئے ہے خلوتیں تو ابلیس کو بھی نصیب ہوئی تھیں فرشتوں کا استاد مقرر ہوا تھا۔

ز راہ تفاخر بفوج ملک
گہہ بر زمین بود گہہ بر فلک

زمین پر جنات آباد تھے اور وہ شرارتیں کرتے تو ان کی سرکوبی کے لئے جب فرشتے بھیجے جاتے تو ان کا سردار یہ ہوتا تھا۔ لیکن اس سارے قرب سے اس سارے مقامات سے معلم الملوت بننے کے بعد اس نے سمجھا کہ میں کچھ بن گیا ہوں یہ ساری خلوتیں یہ ساری نیکیاں اگر پھر اپنی بڑائی کی طرف لے جائیں تو سب کچھ گیا۔ اپنی پارسائی کا دعویٰ پیدا ہو جائے تو سب کچھ گیا۔ اپنی بزرگی کا خیال آ جائے اپنے کمالات پہ توجہ چلی جائے تو پھر ایسا ہی ہے جیسے کوئی دودھ پی کر مر گیا دودھ غذا بھی ہے دودھ دوا بھی ہے لیکن کوئی اتنا دودھ پی لے کہ اس کا پیٹ ہی پھٹ جائے یہ اس کی موت کا سبب بن جائے گا۔

سو اصل جو نزاکت ہے اس معاملے کی وہ یہ ہے کہ اعتکاف نصیب ہو تو بندہ کائنات سے کٹ کر بیٹھے واقعی کٹ کر بیٹھے محض رسمی طور پر نہیں محض دنیوی طور پر نہیں۔ ہندوستان کے ایک عالم تھے ان کا ایک عزیز حج پر گیا ان دنوں مکہ جانے میں کم از کم سال تو لگتا تھا۔ تو اس نے مکہ مکرمہ سے انہیں خط لکھا کہ حضرت میرا فلاں فلاں معاملہ باقی تھا فلاں کام تھا فلاں سے پیسے لینے تھے فلاں کو دینے تھے وہ بچہ بیمار تھا تو از راہ کرم میرے آنے تک ان امور کی نگہداشت فرمایئے انہوں نے اسے جواب میں لکھا کہ تم بدن تو مکے لے گئے اور تم روح یہاں چھوڑ گئے اس سے تو بہتر تھا تمہارا بدن یہاں رہتا اور تمہارا دل وہاں جاتا تمہیں حج پر جانے کا کیا حاصل ہوا جب کہ دل تو تمہارا یہاں ہے اس سے تو یہ اچھا تھا کہ تم نہ جاتے اور تمہارے دل میں وہاں جانے کی آرزو باقی رہتی تم تو یہیں بیٹھے ہو۔

اعتکاف کا مقصد یہی ہے کہ دل کو بھی یہیں لے آئے سود و زیاں سے بالاتر ہو جو ہوتا ہے ہونے دو یار کیا ہوتا ہے جب ہم نہیں ہوں گے

تب کیا ہو گا دس دن یہی سمجھ لو کہ ہم دنیا میں نہیں ہیں۔ وہی کچھ ہو گا جو ہم نہیں ہوں گے تو ہو جائیگا اس پہ آج ہونے دو۔ اور ان لمحات کو وصال الٰہی کی لذتوں کے لئے استعمال کرو۔ یہ ثواب و عذاب بہت اچھی بات ہے لیکن بندہ مومن کی منزل اس سے آگے ہے اس سے بہت آگے ہے طلب الٰہی وصال الٰہی پھر ہر ایک کی اپنی حیثیت ہوتی ہے اپنی اپنی محبت ہوتی ہے اپنا معیار ہوتا ہے اپنے مدارج ہوتے ہیں کوئی دو بندے ایک سی محبت نہیں کر سکتے کوئی دو بندے ایک سی محبت نہیں پا سکتے کوئی دو بندے ایک سا خلوص نہ دے سکتے ہیں نہ لے سکتے ہیں۔ سو اپنے اپنے حال میں ہر لمحہ اللہ کے روبرو رہو۔ اور اس کا پتہ اس طرح چلے گا کہ معرفت الٰہی یا قرب الٰہی کی ایک عجیب خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ جتنا قرب نصیب ہوتا ہے اتنا اس کی عظمت دل میں جاگزیں ہوتی ہے اور اپنے کچھ نہ ہونے کا احساس ہوتا ہے اپنی حیثیت کا بھی پتہ چلتا جاتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں میری کوئی حیثیت نہیں ہے ایک ذرہ کارآمد ہے لیکن اربوں ذرات جو میرے وجود میں مرتسم ہو گئے میں نے یہ بھی گناہوں سے آلودہ کر دیئے۔ وہ ذرہ خاک جو گرد میں اڑتا ہے وہ ذرہ خاک جو راہوں میں پڑا ہے اس نے کم از کم گناہ تو کوئی نہیں کیا اور یہ کھربوں ذرات جو میرے وجود میں مرتسم ہو گئے میں نے تو یہ ذرات بھی نافرمانیوں سے آلودہ کر دیئے میری کیا حیثیت ہے۔ اور وہ ذات کتنی عظیم ہے ہر تنکا اس کی دی ہوئی نمو سے پیدا ہوتا ہے ہر جھونکا وہ چلا رہا ہے ہر قطرہ وہ ٹپکا رہا ہے ہر ذی نفس کا ہر ہر نفس اس کی دی ہوئی طاقت سے ہر پرندہ اس کی دی ہوئی قوت سے اڑان کر رہا ہے۔ چیونٹی سے لیکر عرش عظیم تک تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک جو کچھ ہے ہر چیز ہر لحظہ اس کے دست قدرت میں ہے اور سب کو الٹ پلٹ رہا ہے چلا رہا ہے اور کہیں کسی کو پتہ ہی نہیں ہر کوئی کہتا ہے میں کر رہا ہوں کر کوئی بھی نہیں رہا پرندہ سمجھتا ہے میں اڑ رہا ہوں باز سمجھتا ہے میں نے شکار کر لیا بھیڑیا سمجھتا ہے میں نے بھیڑ کھالی وہ کہتا ہے میں نے سب کو رزق دیا۔ کسی نے کچھ بھی نہیں کیا۔ انسان سمجھا ہے میں نے حکومت پالی مجھے اقتدار مل گیا میں نے دولت جمع کر لی وہ کہتا ہے' بے وقوف خواہ مخواہ اپنے ذمے لئے جا رہا ہے۔

ایک بابا تھا اس کا کمزور سا گھوڑا تھا ٹٹو سا۔ درویش فقیر آدمی تھا اسے بھیڑیوں نے گرا لیا کہیں رات کو کھا گئے تو وہ گلی گلی پھرتا تھا اور کہا کرتا تھا 'ماریں آپ نے ناں بگھیاڑاں دے" کہ "مجھ غریب کا اس کائنات میں ایک ٹٹو ہی تو میرا سرمایہ تھا تو مارا تو خود اور ذمے بھیڑیوں کے لگا دیا" "ماریں آپ تے ناں بگھیاڑاں دے" لوگوں نے کہا بھئی کسی کو اس کی آہ پڑ جائے گی کوئی پیسے جمع کروا سے ٹٹو خرید کر دے دو ورنہ یہ جس طرح چلاتا ہے تو یہ ساری آبادی ڈوب جائے گی وہ اس کے لئے گھوڑا لے آئے اس سے بہتر لے آئے وہ پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا "دیوں آپ تے دین گرائیاں دے" دیا تو خود احسان ان کے نام کر دیا یہ سوچتے ہیں ہم نے بابے کو گھوڑا دے دیا۔

اب وہ اتنی عظیم ذات ایسا قادر ایسا قیوم اتنے وسیع علم کا مالک اتنی وسیع قدرت کا مالک جس کو سوچنا ممکن نہیں ہے جاننا تو دور کی بات ہے سوچنا انسان کے بس میں نہیں ہے ہماری حیثیت کیا ہے ہمیں اللہ نے مسلمانوں کے گھر پیدا کیا اور ہم وہ ڈھول پیٹ رہے ہیں شاید غیر مسلموں کے گھر پیدا کرتا تو ہمیں یہ فرصت بھی نہ ہوتی کہ نہ ہوتی ہم سوچتے بھی کہ نہیں کہ اسلام ہے کیا۔ زبردستی اس نے مسلمان بنا دیا شرما شرمی نماز پڑھ لی اور دیکھا دیکھی اعتکاف میں آگئے ارے یار! اگر آ ہی گئے تو اس کو سچ کر لو آ تو گئے جیسے بھی آ تو گئے بن تو گئے مسلمان جیسے بھی بنے آ تو گئے اس کے دروازے پر اب اسے سچ کر لو بس اتنی سی بات ہے سمجھنے کی۔ ایک لمحہ ان دس دنوں میں ایسا نصیب ہو جائے کہ جب کائنات کا خیال نکل جائے اور ذات باری کے وصل کی آرزو ہو تو وہ لمحہ آئندہ زندگی کے لئے کافی ہے۔ نہ صرف زندگی کے لئے موت اور مابعد الموت کے لئے کافی ہے۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس کی ایک تسبیح قبول ہو گئی نجات پا گیا وہ نری تسبیح نہیں ہے قبول کی شرط اس لئے لگا دی کہ اس میں وہ لمحہ ہو جو وصال کا ہو وہ کوئی سجدہ جو اس کے روبرو ہو جائے کوئی ایک تسبیح جو اس کے قرب میں نصیب ہو جائے کوئی ایک لمحہ جب یہ خیال یقین میں بدل جائے کہ اللہ واقعی ہے اور میں اس کے قریب ہوں۔ ساری کلاسز میں پوری توجہ دو شریعت پر عمل بغیر جاننے کے نہیں ہو سکتا اس لئے آپ کو فقہ کے کورسز کروائے جاتے ہیں تلاوت کرو سمجھ آئے یا نہ آئے ضرور کرو اور جتنی کر سکتے ہو۔ سمجھ آئے نور علیٰ نور ہے سمجھ آئے تو اور مزے سے ٹھہر کر اور اس طرح پڑھ کہ اللہ خود آپ سے بات کر رہا ہے ذکر ڈوب کر کرو اس لئے کہ احکام فقہی بتانے والے مل جاتے ہیں قرآن پڑھانے والے مل جاتے ہیں ترجمہ بتانے والے مل جاتے

ہیں دلوں میں درد بانٹنے والے بہت کم لوگ ملتے ہیں یہ محض اللہ کا احسان ہوتا ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ بھی بنادے کوئی ایسا دل بھی دے کوئی اپنا ایسا بندہ ملا دے جو دل کے درد سے آشنا کردے۔ یہ بہت بڑا عظیم احسان ہے اس کا۔ اس میں نہ میرا کوئی کمال ہے نہ آپ کا کوئی کمال ہے ہم وہی ذرہ بے مقدار ہیں۔

جسے چاہا اپنا بنا لیا جسے چاہا در پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

مجھ سے اور آپ سے حسین لوگ دنیا میں بستے ہیں مجھ سے اور آپ سے زیادہ عالم دنیا میں بستے ہیں مجھ سے اور آپ سے بڑے امراء دنیا میں بستے ہیں مجھ سے اور آپ سے زیادہ پارسا دنیا میں بستے ہیں اگر ہمیں اس جنگل کے گوشے میں اس نے کوئی ایسا طریقہ کسی ایسی ہستی سے جوڑ دیا جو دلوں کا درد بانٹتا ہے تو پھر اس پہ جان نچھاور کردو۔ اس درد کو چندے کی طرح جمع نہ کرو کہ مل گیا مل گیا نہ ملا تو نہ سہی چندہ مانگنے والے مانگ لیتے ہیں مل گیا مل گیا نہ ملا تو نہ سہی اگلی دکان پہ سہی نہیں یہ چندہ نہیں ہے یہ درد دل ہے اور یہ نایاب دولت ہے کم یاب رہی ہے ہر عہد میں ہر دور میں۔ وہ صرف مبارک زمانہ تھا محمد رسول ﷺ کے جو سامنے آیا اس کا دل روشن ہو گیا وہ صحابہؓ کا زمانہ تھا کہ جو صحبت میں پہنچا تابعی بن گیا وہ تابعین کا زمانہ تھا کہ جو سامنے آیا تبع تابعی ہو گیا اس کے بعد یہ دولت خال خال ملتی ہے بہت مہنگی چیز ہے بہت کم یاب ہے اس لئے ذکر کرو اور پورے درد سے کرو دل کھول کر رکھ دو اس کے سامنے اور اسے کہو بار الہا اس میں اپنا پیار اپنی چاہت بھر دے۔

ہمیں شکوہ رہتا ہے اس کی ذات سے لیکن حق یہ ہے کہ ہم خود محبت کرنا جانتے نہیں۔ ہماری محبتیں خواہشات میں الجھ جاتی ہیں ہماری محبتیں ذات میں الجھ جاتی ہیں ہماری محبتیں مفادات میں الجھ جاتی ہیں اور آلودہ اور الجھی ہوئی محبت محبت نہیں ہوتی محبت بڑی خالص چیز ہوتی ہے صاف ستھری جس میں کوئی آلائش نہ ہو محبت میں تو یہ آرزو بھی نہیں ہوتی کہ جس سے محبت کر رہا ہوں وہ بھی مجھ سے محبت کرے اگر یہ آرزو بھی پیدا ہو جائے تو بھی اس میں آلائش آجاتی ہے خود غرضی آجاتی ہے۔ محبت تو محبت کرنے والے کو مجبور و بے بس بنادیتی ہے۔

فان المحب ان یحب مطیعہ۔ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا غلام بے دام بن جاتا ہے بندہ بے دام بن جاتا ہے بس۔

اگر اللہ اپنے کرم سے ہمیں اپنی محبت کا کوئی شہ نصیب کر دے تو ہمارا اعتکاف منظور و قبول ہو گیا۔

احب الصالحین و لست منھم لعلی اللہ یرزقنی صلاحا۔ مجھے نیکوں سے محبت تو ہے اگرچہ میں نیک نہیں ہوں لیکن اس سے کیا بعید ہے کہ وہ مجھے بھی صلاحیت عطا کر دے۔ وہ قادر ہے اسی ایٹم کو سونے میں تبدیل کرتا ہے اور اسی سے چونا بنتا ہے اسی سے زمرد بنتا ہے اور اسی سے عام پتھر بنتا ہے۔ اگر میرے وجود کے ذرات کو بھی اپنی محبت سے رنگین کر دے تو اس کی رحمت عامہ سے کیا بعید ہے یہ تو اس کا کام ہے ہم اس کا کام تو سوچتے ہیں سوچنا اپنا کام ہے کہ میں اپنے ذرات کو اس کے سامنے لے تو جاؤں اپنی امیدیں اس کی بارگاہ سے وابستہ تو کروں اپنی تمنا کو اس ذات بے ہمتا تک پہنچاؤں تو سہی سارے اعتکاف کا حاصل یہ ہے کہ بندے کو اللہ کی طلب کے لئے یکسوئی نصیب ہو جائے سو میرے بھائی جس نے یہ منزل پالی اس کی لذتیں وہی جانے گا وہ بتائی نہیں جاسکتیں۔ وہ بیان نہیں ہو سکتیں کیفیات محسوس تو کی جاسکتی ہیں لیکن کسی واضع نے کوئی لفظ وضع نہیں کیا ان کیفیات کے لئے انہیں الفاظ میں بیان کیا جائے میری دعا ہے اللہ ہم سب کی خطائیں معاف فرما کر ہمیں وہ لذت آشنائی عطا کر دے تمام مسلمانوں کو جو معتکف ہیں سب کو خلوص عطا کر دے اور سب کے اعتکاف قبول فرمالے جو اعتکاف نہیں کر سکے۔ وہ قادر ہے اور اس کی رحمت بہت وسیع ہے ان پر اپنا رحم فرمائے ان کے دلوں میں بھی اپنی طلب پیدا کر دے اس قوم کو پھر یکجا کر دے قوت دے طاقت دے مدد فرمائے اور یہ پھر سے دنیا سے ظلم مٹانے کا کام کر سکے ناانصافی کو مات دے سکے کفر و شرک کو شکست دے سکے اللہ اس قوم کا حامی و ناصر ہو۔

بقیہ' قلب اور کلام اللہ

ایک فرد کی اصلاح ہو تو قوموں کی اصلاح ہو جاتی ہے اقوام افراد سے ترتیب پاتی ہیں اللہ کرے یہ رمضان ہمارے لائے مبارک ثابت ہو ہمیں توبہ کی توفیق نصیب ہو۔ ہمارے دل روشن ہوں اور سینے روشن ہوں اللہ سے محبت اور اللہ کے حبیب ﷺ سے عشق نصیب ہو اور ہم اس ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کام آسکیں اللہ اس زمین کو بھی اپنا نور اور اپنے دین کی حکومت نصیب فرمائے اور عدل و انصاف ہو ہر مخلوق اللہ کی خوشحال ہو انسان بھی خوشحال ہوں اور دوسری مخلوق بھی اور اللہ کی رحمت عام ہو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

تم راہ حق کے راہی

مولانا محمد مسعود اظہر کشمیری مجاہد ہیں اور کافی عرصہ بھارت کی قید میں رہے' دسمبر 99ء میں بھارت نے اپنے اغواشدہ طیارے کے مسافروں کی رہائی کیلئے انہیں اور دیگر دو ساتھی مجاہدین رہا کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے تازہ ترین مضمون میں بھارتی جیلوں میں قید مسلمانوں پر ہونیوالے مظالم کی چند تصویریں پیش کرتے ہوئے امت مسلمہ کو ذمہ داریوں کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے

تاریخ کے جھروکوں میں ماضی کی ان گنت تصویریں نظر آتی ہیں' ان میں سے بعض تصویریں دھندلی ہیں' جبکہ کچھ بے حد صاف ہیں' شفاف ہیں۔ آج جب حال' ماضی کے ان آئینہ نما مناظر میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے' تو وہ شرما کر رہ جاتا ہے۔ یہ دیکھئے' یہ حال کی ایک تصویر ہے' جموں شہر میں دریائے توی کے کنارے مہاراجہ ہری سنگھ کے بدترین دور کی ایک بوسیدہ عمارت ہے' اس عمارت کے ایک کمرے میں کچھ افراد زنجیروں میں جکڑے ہوئے اپنے نمبر کا انتظار کر رہے ہیں' جبکہ ایک دوسرے کمرے میں آٹھ دس مشرک ایک بوڑھے مسلمان کے گرد جمع ہیں۔ اس بزرگ کے جسم کے کپڑے کمرے کے ایک کونے میں پڑے ہیں اور وہ بے چارہ شرم سے نگاہیں جھکا کر تھر تھر کانپ رہا ہے۔ مشرک کبھی اسے مکوں پر لیتے ہیں' تو کبھی لاتیں مارتے ہیں۔ وہ بے چارہ کبھی ادھر گرتا ہے' کبھی ادھر پھر ایک مشرک کا ناپاک ہاتھ اس کی سفید داڑھی کی طرف بڑھتا ہے' ہاں وہ سفید داڑھی جس سے اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے' مگر یہ حال کی تصویر ہے' مشرک کا ہاتھ مسلمان بزرگ کی داڑھی نوچتا ہے' سفید بال ہاتھ میں آجاتے ہیں' بوڑھے کی آہیں' چیخیں اور سسکیاں ساتھ والے کمرے میں بیٹھے زنجیروں میں بندھے بے بس نوجوان سن رہے ہیں اور اپنے سر ٹانگوں میں چھپا کر رو رہے ہیں۔ مشرک کی پیاس نہیں بجھتی' وہ اس مسلمان بزرگ کے نازک مقامات پر تار باندھ کر کرنٹ دیتا ہے' بوڑھا مچھلی کی طرح تڑپتا ہے' اس کی زبان سے اللہ اللہ کی صدائیں نکلتی ہیں' پھر اس بوڑھے کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ کر اسے چھت کے ساتھ بندے رسے سے لٹکا دیا جاتا ہے۔ سارے مشرک ہاتھ میں چھڑیاں لے کر اس مسلمان بزرگ کے جسم پر داغ بناتے ہیں۔ ایک دو نہیں' درجنوں کالے سرخ داغ۔ کرب ناک چیخیں ہلکی پڑ جاتی ہیں۔ بوڑھے جسم سے بہنے والا پسینہ اور خون زمین کو تر کر دیتا ہے۔ بوڑھا بے ہوش ہو گیا' اسے اٹھا کر ساتھ والے کمرے میں ڈال کر دوسرے شکار کو کمرے کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تھوڑی دیر بعد اس پر کیا گزرنے والی ہے۔ وہ جلدی جلدی اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اپنے محبوب نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے' کیونکہ اسے معلوم ہے کہ تھوڑی دیر بعد وہ کپڑوں اور پردے سے محروم کر دیا جائے گا۔ تب اس حالت میں اللہ اور اس کے رسول کا نام زبان سے نہیں لے سکے گا۔ یہ ایک چھوٹی سی تصویر ہے۔ آج اس سے بہت زیادہ بھیانک تصویریں ہر طرف بکھری پڑی ہیں۔

اب ذرا ماضی کی طرف نظر ڈالتے ہیں' روم کا پرشوکت دربار ہے' قیصر روم اپنے تخت پر بیٹھا ہے' وزراء اور سپہ سالار ہاتھ باندھے کھڑے ہیں' دربار میں ایک مسلمان قیدی پیش کیا جاتا ہے۔ اس مسلمان کو یہ معلوم ہے کہ وہ اگرچہ قیدی ہے' مگر وہ ایک عظیم اور غیرت مند قوم کا فرد ہے' ایسی قوم کا جو اپنے ایک فرد کی اہمیت کو جانتی ہے' چنانچہ اس قیدی نے قسطنطنیہ کے ایک تخت پر بیٹھے رومی بادشاہ کی ہر بات کا نہایت کھرا جواب دیا اور گردن تان کر اپنا موقف بیان کیا۔ اس کی زبان سے ایسے الفاظ بھی بلا تکلف نکل گئے' جو بظاہر قیصر روم کی بے ادبی سمجھے گئے' چنانچہ ایک رومی جرنیل نے آگے بڑھ کر اس مسلمان کو ایک تھپڑ مار دیا' اس مسلمان کے منہ سے آہ نکلی اور اس کی زبان سے یہ درد بھرے الفاظ بھی نکلے: "اے معاویہؓ میرا اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔ آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم ضائع ہو رہے ہیں" تاریخ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے امیر حضرت معاویہؓ تک یہ الفاظ پہنچ گئے' چنانچہ انہوں نے بیش بہا فدیہ بھجوایا اور اس قیدی کو آزاد کر لیا اور اسی پر بس نہیں کیا' بلکہ اپنے ایک مایہ ناز کمانڈر کو بلوا کر حکم دیا کہ مجھے وہ جرنیل یہاں دمشق میں چاہئے' جس نے اس مسلمان کے چہرے کی بے حرمتی کی تھی' چنانچہ ایک مربوط پلان بنایا گیا' خصوصی کشتی تیار کرائی گئی' یہ کمانڈر کئی بیش بہا تحائف لے کر قسطنطنیہ گئے اور بالآخر حضرت معاویہؓ کی تیار فرمودہ حکمت عملی کامیاب ہوئی اور وہ مسلمان سپہ سالار اس رومی جرنیل کو باندھ کر حضرت امیر

www.naqshbandiaowaisiah.com

معاویہؓ کے پاس لانے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کھلے دربار میں اس مسلمان (سابق) قیدی کو حکم دیا کہ جس طرح اس جرنیل نے تھپڑ مارا تھا' اسی طرح تم بھی اسے مارو اور یاد رکھو' اس سے زیادہ نہیں مارنا' تاریخ نے وہ لمحہ محفوظ کر لیا' جس میں مسلمانوں کے امیر نے ایک مسلمان چہرے کی حرمت' عزت اور مقام پوری دنیا کو دکھایا اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ چہرے کافروں کے ہاتھوں مارے جانے کے لئے نہیں ہیں۔ رومی کے چہرے پر تھپڑ لگا' مسلمانوں کے دلوں کو سکون ملا۔ اسلامی غیرت اور عزت دنیا بھر پر عیاں ہو گئی۔ بعد میں حضرت امیر معاویہؓ نے اس رومی جرنیل کو تحفے تحائف دے کر واپس بھجوا دیا اور رومی قیصر کو خط بھی دیا' جس میں یہ لکھا تھا کہ اے روم کے فرماں روا! ہم لوگ اس بات کی طاقت رکھتے ہیں کہ تمہارے محل میں تمہاری بغل میں بیٹھے ہوئے' تمہارے طاقتور جرنیل سے اپنے ایک مسلمان کا قصاص لیں' بدلہ لیں۔ یہ خط رومی فرماں روا نے پڑھا اور خوف سے کانپنے لگا۔ یہ ہے ماضی کی ایک ادنیٰ تصویر' ورنہ ماضی میں ایسی خوبصورت تصویریں ہر طرف بکھری پڑی ہیں' کس کس تصویر کو دیکھیں۔ غزوہ بدر میں ان ستر مشرکوں کی لاشیں' جن کے ہاتھ مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کے مجرم تھے' چنانچہ وہ کاٹ دیئے گئے اور جب قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا' تو قرآن مجید میں وعید نازل ہو گئی۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھوں امیہ بن خلف کی ہلاکت اور صحابہ کرامؓ کی جھوم جھوم کر مبارکباد حضرت عثمان غنیؓ کے خون کی خاطر چودہ سو مقدس ہاتھوں کی کائنات کے سب سے مقدس ہاتھ پر موت کی بیعت اور ان ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ۔

ایک ایک مسلمان قیدی کی خاطر لڑی جانے والی خوفناک جنگیں اور ایک ایک مسلمان خاتون قیدی کی پکار پر اسی' اسی ہزار کے لشکر جرار اور پھر قیدی بنانے والوں کی تڑپتی لاشیں اور جلی بستیاں۔ محمد بن قاسم کے لشکر اور معتصم باللہ کی یلغار۔ یہ ماضی کی وہ ان مٹ تصویریں ہیں' جنہیں آج کا شرمندہ حال دیکھ بھی نہیں سکتا' کیونکہ اب بات ایک تھپڑ کی نہیں' بلکہ پاکیزہ چہروں کو آگ اور لوہے سے داغا جا رہا ہے۔ ایک دو چہرے نہیں' ہزاروں چہرے کشمیر میں' فلسطین میں' چیچنیا میں' سربیا میں' یورپ اور امریکہ میں۔

مگر کہاں گئے؟ ان چہروں کے محافظ' کہاں ہیں حضرت امیر معاویہؓ' معتصم باللہ' محمد بن قاسم اور دوسرے غیرت مند حکام۔ کل ایک بیٹی کی بات تھی' مگر آج ان گنت بیٹیاں صرف چادر سے نہیں' عصمت سے محروم ہو کر موت مانگ رہی ہیں۔ وہ زمین سے فریاد کرتی ہیں کہ اے زمین تو پھٹ جا' تاکہ تیرے دامن میں ہمیں ذلت سے نجات ملے' ممکن ہے ان کے دردناک فریاد سے زمین پھٹ جائے' مگر مسلمانوں کا دل غفلت سے بیدار نہیں ہوتا۔ اسلام نے جہاد میں قید ہونے والے افراد کو آزاد کرانے کے لئے کس قدر تاکید سے احکام جاری فرمائے ہیں' مگر کون ان احکام کو پڑھے' کون سمجھے' کون عمل کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیدیوں کو چھڑاؤ۔ حضرت امام قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مسلمان قیدیوں کا چھڑانا مسلمانوں پر فرض ہے' چاہے وہ لڑ کر چھڑائیں یا مال دیکر چھڑائیں۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر قیدیوں کے چھڑانے کے لئے سب مسلمانوں کو نکلنا پڑے تو سب نکل کھڑے ہوں اور کوئی آنکھ اس وقت تک آرام نہ کرے' جب تک ان قیدیوں کو نہ چھڑا لیا جائے اور اگر تمام مسلمانوں کو اپنا سارا مال دے کر قیدی چھڑانے پڑیں اور مسلمانوں کے پاس ایک درہم بھی باقی نہ بچے' تب بھی قیدی چھڑانے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ (احکام القرآن ابن العربی بحوالہ مشارع الاشواق ص 831ج2)۔

امام طبرانی نے اوسط میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا' تو وہ قیدی میں ہوں' یعنی گویا اس نے مجھے چھڑایا۔ (مشارع الاشواق ص 831ج2)۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایک مسلمان قیدی کو مشرکوں سے آزاد کرانا پورے جزیرۃ العرب سے زیادہ محبوب ہے۔ (مشارع الاشواق ص 931ج2)

حضرت فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر کفار اور مشرکین کسی مسلمان کو قید کر لیں' تو یہ ایسا ہے' جیسے انہوں نے مسلمانوں کے ملک پر حملہ کر دیا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ایک مسلمان کی عزت' اللہ تعالیٰ کے ہاں کعبۃ اللہ سے بڑھ کر ہے اور اس کی حرمت کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے۔ (ترمذی ص 23ج2)

تو کیا کعبۃ اللہ کو بے حرمتی کے لئے کفار و مشرکین کے ہاتھوں میں چھوڑا جا سکتا ہے' ہرگز نہیں' تو جب کعبہ کی کفار و مشرکین کے ہاتھوں بے حرمتی اور بے عزتی برداشت نہیں کی جا سکتی' تو ایک مسلمان کی بے عزتی اور بے حرمتی

مشرکوں کے ہاتھوں کس طرح سے برداشت کی جاسکتی ہے۔ یہ نکتہ صرف وہی مسلمان سمجھتے ہیں' جن کو اسلام کی سمجھ ہے اور مسلمان کا مقام معلوم ہے۔ ان مسلمان قیدیوں کی رہائی کو اس لئے فرض قرار دیا گیا تاکہ پوری امت مسلمہ محفوظ ہو جائے اور مسلمانوں کی عزت اور مقام کفار کو معلوم ہو جائے۔ یقیناً پوری قوم کی قیمت اس کے ایک ایک فرد کی قیمت سے پہچانی جاتی ہے۔ مسلمان قیدی کوئی معمولی انسان نہیں' بلکہ وہ بھی امت مسلمہ کا ایک معزز فرد ہے۔ اور اس کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آہ و پکار کو قرآن کی آیت بنا دیا ہے اور اس کی آہ و پکار کے حوالے دے کر مسلمانوں کو قتال کی ترغیب دی ہے۔ ترجمہ: اور تمہارے پاس کیا عذر ہے (تمہیں کیا ہو گیا ہے) کہ تم نہیں لڑتے' اللہ کے راستے میں ان کمزوروں (مظلوموں) کی خاطر جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں کچھ بچے ہیں' جو دعا کر رہے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال' جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس کوئی حمایتی کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے بھیج دیجئے اپنے پاس سے کوئی مددگار (سورۃ نساء 57)

ماضی کے مسلمانوں نے قرآن مجید کی اس دعوت کو اور مظلوموں کی پکار کو سنا اور وہ اس دعوت کے پیچھے چھپی اس حکمت کو سمجھ گئے' چنانچہ آج تاریخ میں ان بڑی بڑی جنگوں کا مفصل تذکرہ ہے' جو مسلمان مجاہدین نے اپنے مجاہد ساتھیوں کو دشمن کی قید سے چھڑانے کے لئے لڑیں اور تاریخ میں ان مسلمان امراء کے نام سنہری الفاظ سے مذکور ہیں' جنہوں نے نہ صرف اپنے اوپر آرام کو حرام کر لیا تھا اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے' جب تک کعبہ سے مقدس حرمت کی حفاظت نہیں کر لی اور بے حرمتی کا بدلہ نہیں لے لیا' چنانچہ انہی حالات کی وجہ سے کفار کسی بھی مسلمان کو قیدی بنانے سے پہلے ہزار بار سوچتے تھے اور اسے ایذا پہنچانے سے پہلے انہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ افراد لاوارث نہیں ہیں' بلکہ یہ اس امت کے افراد ہیں' جس کے ہاں ایک ایک فرد کی عزت کی خاطر ہزاروں جانوں کو نچھاور کر دینا معمولی بات ہے' مگر آج مسلمانوں نے اس قرآنی دعوت کو نہیں سمجھا اور نہ اس آہ کو سنا ہے' جو انہیں قرآن مجید سنانا چاہتا ہے' چنانچہ آج ہزاروں جوانیاں جیل کی کال کوٹھڑیوں میں سسک رہی ہیں' ہزاروں جذبے مرجھا رہے ہیں۔ ایمانی جذبات آہستہ آہستہ دم توڑ رہے ہیں۔ ان قیدیوں کو چونکہ لاوارث سمجھ لیا گیا ہے' اس لئے دنیا کا ہر ستم بلا دھڑک ان پر آزمایا جاتا ہے۔ تشدد کے نت نئے طریقے ان پر آزمائے جاتے ہیں۔ کالی داڑھیاں سفید ہو رہی ہیں۔

فولاد سے مضبوط حوصلے ہتھکڑی اور بیڑی کے زنگ کے نیچے سسک سسک کر دم توڑ رہے ہیں' جو سال بھر کی بچی چھوڑ کر آئے تھے' ان کی بچیاں اب جوانی کو دستک دے کر اپنے اس باپ کی کمر کو توڑ رہی ہیں' جو کل تک خود بہنوں کا محافظ تھا۔ جیلوں' قید خانوں اور عقوبت خانوں میں ایمان کش جراثیم پھیلا کر ان فولاد صفت مجاہدین کو تباہ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں' تاکہ یہ نہ دنیا کے رہیں' نہ آخرت کے۔ یہ قیدی آخر کون ہیں' یہ کس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں' ان کا تعلق کس امت سے ہے؟ یقیناً کسی کو یہ سوچنے کی فرصت نہیں ہے!!

کوئی حکومت انہیں اپنا شہری ماننے کے لئے تیار نہیں ہے' بلکہ ہر کوئی ان سے اظہار برات کرتا ہے۔ تنظیمیں اور ان کے ذمہ دار ان کو بھلا چکے ہیں' کیونکہ یہ لوگ ان کے لئے اب عضو معطل بن چکے ہیں۔ ایسے وقت میں یہ قیدی سوائے آسمان کے اور کس طرف دیکھیں۔ اگر دنیا انہیں لاوارث کا طعنہ دیتی ہے' تو وہ کیا جواب دیں' اس میں شک نہیں کہ یہ ایک دردناک پہلو ہے اور بعض بلکہ اکثر قیدیوں نے اس پہلو پر سوچنا شروع کر دیا ہے۔ وہ ماریں کھا رہے ہیں اور اندر اندر سے گھل رہے ہیں۔ انہیں ہر سو اندھیرا نظر آ رہا ہے اور اب وہ راتوں کو افسوس بھری آہیں' جی ہاں سرد آہیں بھرتے نظر آتے ہیں' حالانکہ یہ سب کچھ ان کے لئے خطرناک ہے۔ کاش کوئی آگے بڑھے' فاصلے ختم کرے اور ان قیدیوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دے کہ گھبرانے اور مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے "اور اللہ سے ناامید مت ہو' بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہوں۔" سورۃ یوسف 87

کاش کوئی ہمت کرے اور مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک' دنیا بھر کے عقوبت خانوں میں بند ان عظیم مجاہدین کو یہ پیغام پہنچا دے کہ تم مایوس نہ ہو۔ مایوس تو تمہارے دشمن کو ہونا چاہئے۔ تمہیں تو شکر ادا کرنا چاہئے کہ تم مسلسل اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو اور گھر لوٹنے تک اللہ تعالیٰ تمہارا ضامن ہے۔

اے اسلام کے محافظو! ان جیلوں اور تشدد خانوں کو نیا نہ سمجھو' ہمارے آقا' ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے مکہ کے عقوبت

www.naqshbandiaowaisiah.com

خانوں میں کون سا تشدد نہیں سہا، اسے ماریں کھا کر چیخنے پر مجبور نوجوانو! وہ سامنے بلال حبشیؓ کو دیکھو، جس کے سینے پر پتھر ہے اور نیچے آگ کی طرح گرم ریت، وہ دیکھو تمہاری اماں عظیم صحابیہ زنیرہؓ کی آنکھیں نکالی جا رہی ہیں اور اماں سمیہؓ کے ٹکڑے ہو رہے ہیں، وہ سب کچھ مسکرا مسکرا کر سہہ رہی ہیں۔ تم بھی ان سے تھوڑی سی کون بھری مسکراہٹ سیکھ لو۔ وہ ذرا طائف کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھو۔ پیارے نبی ﷺ کے پورے بدن سے لہو بہہ رہا ہے۔ جوتوں میں جمع ہو رہا ہے۔ ارے شمع نبوت کے عاشقو! جب تمہیں بھی کوئی کنکر لگے، تو طائف کے پتھروں کو یاد کر لیا کرو۔

جو لگتا ہے کوئی کنکر بدن پر دین کی خاطر
تو دل کو وادی طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

تم کیوں لوگوں کی طرف نظریں لگائے بیٹھے ہو، توبہ کرو، استغفار کرو، تم راہ خدا کے مسافر، اللہ تعالیٰ کے مہمان اور راہ عشق کے معتکف ہو۔

تمہیں کیا ضرورت ہے انسانوں کی، اگر تمہیں دنیا کی حکومتیں تسلیم نہیں کرتیں، تو نہ کریں، تم ان حکومتوں پر تھوک دو، تم تو اللہ کے مجاہد ہو۔ تمہارا نام آسمانوں پر، جنت کے محلات پر اور حوروں کے دلوں میں لکھا ہوا ہے۔ تمہیں کیا ضرورت ہے کہ حکومتی فائلوں میں تمہارا نام آئے، خدارا! عظیم ہو کر چھوٹی باتیں مت کرو، یہ جیل خانے وہ بھٹیاں ہیں، جہاں سے تم نے کندن بن کر نکلنا ہے۔ تم اپنے آپ کو ضائع مت کرو اور حالات کے حوالے نہ کرو۔ یہ سچ ہے کہ تم پر سخت آزمائش ہے، لیکن یہ قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے زیادہ سخت نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس آزمائش کے بدلے، قبر کی راحت اور آخرت کی عزت دے دے، تو کیا یہ سودا سستا نہیں ہے۔ اپنی رہائی کی خاطر انسانوں سے بھیک نہ مانگو۔ انسان تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ رہائی کا وقت مقرر ہے۔ جس طرح قید اچانک آئی ہے، اگر رہائی مقدر ہوئی تو وہ بھی تمہارے پاؤں چاٹ کر آئے گی اور اگر نہ آئی تو کون سی محرومی ہے۔ اگر امام عظیم ابو حنیفہؒ کا جنازہ جیل سے اٹھ سکتا ہے، تو تم اس سعادت کی تمنا کیوں نہیں رکھتے ہو، کیا تم بھول گئے کہ تم جہاد میں نکلے تھے اور جہاد کی موت کس قدر عظیم نعمت ہے۔ یہ موت خود ایک رہائی ہوگی اور تم یعنی تمہاری روح ان اونچی دیواروں، لوہے کی سلاخوں، بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے مسکراتی ہوئی آزاد ہو جائے گی۔ دشمن دیکھتے رہ جائیں گے اور تم اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر جاؤ گے۔ یہ موت بظاہر بے کفن، بے دفن محرومی والی موت نظر آرہی ہے، لیکن یقین جانو، یہ عاشقوں والی موت ہے۔ عاشقوں کے جنازے ایسے ہی ہوتے ہیں اور اس میں جو لطف ہے، وہ اس موت میں کہاں، جس میں بظاہر کفن دفن کا معقول انتظام نظر آتا ہے۔ اے اللہ کے پیارو! اللہ تعالیٰ کو تم اچھے لگے۔ اس نے تمہیں اپنے راستے میں روک لیا۔ اس نے تمہیں موقع دیا کہ تم خوب استغفار کر لو، اپنی کمی کو تاہیوں کو مکمل کر لو۔ اپنی ظاہری باطنی تعمیر کر لو، مگر تم احساس محرومی میں پڑ کر خود کو ضائع کرنے پر تلے ہو۔ یاد رکھو اور تم اپنے آپ کو لاوارث مت سمجھو کہ اللہ تمہارا وارث ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو پڑھو اور خوشیاں مناؤ جس میں آپؐ نے واضح ارشاد فرمایا کہ جس کا کوئی وارث نہیں، اللہ اور اس کا رسول اسکے وارث ہیں۔ (ترمذی ص30 ج2)

اگر تمہیں اللہ کے راستے کی قید کی سعادت کا اندازہ لگانا ہو تو عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس خط کے ہر لفظ کو غور سے پڑھو، جو انہوں نے روم میں قید کچھ مسلمانوں کے نام لکھا تھا۔ اما بعد، معاذ اللہ تم لوگ خود کو خطاکاروں میں شمار کر رہے ہو، ایسا نہیں، بلکہ تم تو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے افراد ہو، خوب جان لو کہ میں جب بھی اپنی رعایا میں کچھ تقسیم کرتا ہوں تو تمہارے گھر والوں کو دیگر افراد سے زیادہ اور اچھا حصہ دیتا ہوں۔ میں نے تمہارے پاس اخراجات کے لئے فلاں بن فلاں کے ہاتھ کچھ رقم (خرچے کے لئے) بھیجی ہے، اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ ظالم رومی راستے میں روک لیں گے، تو میں تمہارے پاس اور زیادہ بھیجتا، باقی میں نے فلاں بن فلاں کو مال دے کر بھیج دیا ہے، تاکہ وہ تم میں سے ہر فرد کا فدیہ دے کر تمہیں قید سے چھڑا لے۔ پس تمہارے لئے خوشخبری ہے، پھر سن لو! تمہارے لئے خوشخبری ہے، والسلام۔

کاش کوئی ہمت کرے اور مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک، دنیا بھر کے عقوبت خانوں میں بند ان عظیم مجاہدین کو یہ پیغام دے کہ تم مایوس نہ ہو،

www.naqshbandiaowaisiah.com

قلب اور کلام اللہ

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان 10-12-99

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شھر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس و بینت من الھدی والفرقان

خوش قسمتی سے رمضان المبارک کا با سعادت پرنور مہینہ حیات مستعار میں ایک بار پھر نصیب ہوا۔ تلافی مافات' مغفرت بخشش اور توبہ اور ہدایت کی طلب کا یہ موسم اپنی ذات میں بے مثال ہے۔ سال کا کوئی دوسرا مہینہ' کسی مہینے کا کوئی دن' اس کا ثانی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ برابری نہیں کر سکتا۔ جتنی بخشش' جتنی مغفرت' اور جس قدر توفیق توبہ ارزاں ہوتی ہے اس کی امید رمضان کے علاوہ نہیں رکھی جاسکتی۔ یہ مہینوں میں افضل ترین مہینہ ہے اور اس میں آنے والی ایک رات ہزار مہینوں کی شبانہ روز عبادت سے زیادہ کا درجہ رکھتی ہے اس کا ایک روزہ' زندگی بھر کے گناہوں کو معاف کرا سکتا ہے۔ اس کی ایک رات کا قیام اس سے پہلے کی زندگی کی سب خطاؤں کو معاف کرا سکتا ہے۔ اس کی ایک رات کا قیام اس سے پہلے کی زندگی کی سب خطاؤں کو معاف کرا سکتا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ رمضان کا ایک روزہ ایمانا و احتسابا جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھا۔ ایمان کیا ہے؟ اگر اس کی تعبیر و تفسیر لکھی جائے تو شاید بندہ ساری عمروہ کیفیات' اس کی ضروریات یا اس کے منافی جو باتیں ہیں وہ لکھتا رہے تو کتابیں بنتی رہیں گی۔ ایمان کا معنی اللہ کو ماننا بھی ہے' آخرت کو ماننا بھی ہے' ضروریات دین کو ماننا بھی ہے' لیکن اگر ہم اس کا کسی ایک جملے میں' مختصر ترین الفاظ میں تعارف کرانا چاہیں تو سادہ سی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ پر اعتبار۔ اللہ کو ماننے کا حوالہ بھی حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے' قرآن کو ماننے کا حوالہ بھی حضور ﷺ ہیں' آخرت ' حشر' نشر' فرشتوں' اعمال برزخ کا ماننا بھی نبی ﷺ پر اعتبار سے تعلق رکھتا ہے۔

دوسری بات جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ ہے احتساب من صام رمضان ایمانا و احتسابا۔ احتساب کرنا ہے یہاں اپنا احتساب کہ میں نے زندگی کے کتنے امور' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے انجام دیئے' میرے کتنے اعمال ہیں جو حضور ﷺ نے پسند فرمائے ہوں گے اور کتنے وہ کام' کتنی وہ باتیں' کتنے وہ اعمال ہیں جو خلاف مرضی محمد ﷺ ہوئے۔ اس احتساب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ اپنی خطاؤں پہ نادم ہو کر توبہ کی طرف آئے گا' معافی کا طلبگار ہوگا' اللہ کی رحمت سے طلب کرے گا' آئندہ کی احتیاط کا وعدہ اپنے آپ سے کرے گا' اپنے رب سے کرے گا اور اس کے لئے توفیق چاہے گا۔

رب جلیل نے رمضان کی عظمت ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ رمضان ہی وہ مبارک مہینہ ہے انزل فیہ القرآن۔ جس میں اللہ کا قرآن نازل ہوا۔ کلام الٰہی صفت ہے ذات باری کی اور جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں کہ خلق قرآن کا اور قرآن کے مخلوق ہونے کا مسئلہ بڑا شدومد سے چلا۔ امام احمد ابن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس میں بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ چونکہ خلیفہ کا مسلک یہ تھا کہ اللہ کے علاوہ سب کچھ مخلوق ہے۔ اور قرآن بھی تو اللہ کے علاوہ شے ہے لہذا یہ مخلوق ہے اور امام صاحب کا دعویٰ یہ تھا کہ قرآن اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی ساری صفتیں ازل و ابدی ہیں' دائمی ہیں' ذاتی ہیں' کوئی صفت مخلوق نہیں ہوتی۔ جس طرح اس کی ذات مخلوق نہیں ہے' اس کی صفات بھی مخلوق نہیں ہیں' اس کا کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو کبھی اللہ کی ذات میں موجود نہیں تھا اور پھر اس نے خود بنا کر اپنے ساتھ لگالیا۔ تو قرآن اللہ کی صفت ذاتی ہے' اس کا کلام ہے۔

اوصاف، جتنے کسی ذات میں ہوتے ہیں ہر وصف کا اپنا ایک الگ اثر ہوتا ہے۔ آپ مخلوق کو ہی لے لیجئے کسی میں سرو قامتی ہے، کسی کا قد خوبصورت ہے مناسب ہے تو وہ جس سے ملے گا جو اسے دیکھے گا وہ اس کی قامت کو دیکھ کر اس کے لئے ایک اچھا تاثر محسوس کرے گا خوشی محسوس کرے گا۔ کسی کی اچھی تصنیف ہے، اچھی کتاب کسی نے لکھی جب تک اسے پڑھا جائے گا قارئین کے دل میں ایک جذبہ پیدا ہو گا احترام کا، عزت کا، محبت کا۔ کسی نے کوئی اچھا کام کر دیا، کوئی سڑک بنوا دی، سکول بنوا دیا، مسجد بنوا دی، کنواں بنوا دیا، ہسپتال بنوا دیا، وہ بندہ نہ بھی رہے تو اس کے اس کردار سے لوگ متاثر ہوں گے، اس کے لئے دعا کریں گے لیکن اگر کسی سے آپ کو بات کرنے کا موقع مل جائے تو بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ بڑے خوبصورت بڑے قد کاٹھ والے بڑے اچھے لوگ ہوتے ہیں لیکن جب وہ بات کرتے ہیں تو دل میں ایک تاثر پیدا ہوتا ہے کہ کاش اس سے بات نہ کی ہوتی تو اس کا کتنا اچھا تاثر تھا۔ لیکن اس نے بات کتنی گھٹیا کی ہے، اس کی شخصیت کا تاثر بھی جاتا رہا۔ ہر ذات کی اس کے کسی بھی وصف میں اس کی نمائش ہوتی ہے اس کا اظہار ہوتا ہے لیکن جتنا اظہار اس کی بات کرنے سے ہوتا ہے اس کی ذات کا اس کی شخصیت کا اتنا کسی دوسرے وصف سے نہیں ہوتا۔ ہم کسی سے بات کرتے ہیں اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، کسی سے بات کرتے ہیں لڑائی ہو جاتی ہے، کسی سے بات کرتے ہیں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو جو کچھ اس ذات میں ہے اس کا اثر اس کی بات میں آتا ہے جس کا رد عمل کبھی ہم اسے جواب دے کر کرتے ہیں، کبھی لڑائی کر کے کرتے ہیں، کبھی محبت کر کے اور ایثار کر کے کرتے ہیں۔

اب تو زمانہ یہ ہے کہ لوگ دولت کے بل پہ حکمران بن جاتے ہیں، چور ہوں، اچکے ہوں، ان پڑھ ہوں، جاہل ہوں، ایک زمانے میں جب اہل علم، سلجھے ہوئے لوگ حکمران ہوتے تھے یا جہاں حکمرانی یا حکومت جن کے پاس ہوتی تھی ان کی خاص تربیت کی جاتی تھی، ان خاندانوں کی، ان بچوں کی تو ایک محاورہ کہا گیا تھا کہ کلا الملوک ملوک الکلام۔ بادشاہوں کی بات باتوں کی بادشاہ ہوتی ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ کہ بادشاہ جو بات کرتے ہیں وہ بات دوسری باتوں کے مقابلے میں ایسی ہوتی ہے جیسے رعیت کے مقابلے میں وہ بات کی۔ اس کی ذات کا اس میں پر تو ہوتا ہے، اس کی قوت کا اس میں اظہار ہوتا ہے، اس کی سخاوت یا رحمدلی اس سے مترشح ہوتی ہے، اس کی انصاف پسندی کی خوشبو اس کی باتوں سے آتی ہے، اس کی قابلیت اس کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتی ہے اور جب ذات باری کلام فرماتا ہے جب اللہ کریم کلام فرماتا ہے تو اس کے لئے بڑا خاص انتظام ہوتا ہے عام مخلوق میں یہ جرات نہیں ہے کہ کلام باری کو براہ راست وصول کر سکے۔

پھر اس کے لئے ایک خاص ماحول ترتیب دیا جاتا ہے، قدرت کاملہ کی طرف سے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے پھر اس کے لئے افضل مخلوق جو انسان ہے اس میں سے پھر افضل ترین لوگ منتخب کئے جاتے ہیں جنہیں پیدا ہی اس مقصد کے لئے اور وہ استعداد دے کر کیا جاتا ہے۔ جب کلام نازل ہوتا ہے تو اس لمحے بھی ساری مخلوق سے کٹ کر اسی کلام میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمانے کے لئے طور پر چلہ کشی کے لئے بھیج دیا گیا، چالیس دن مخلوق سے الگ رہے، رات دن اللہ اللہ۔ اللہ کے رسول تھے اور اولوالعزم رسول تھے، معصوم عن الخطا تھے، ان سے گناہ کا یا غلطی کا تصور ممکن نہیں ہے، اس کے باوجود، اس تقدس کے باوجود اولوالعزم رسول ہونے کے باوجود یہ نارمل بات نہیں تھی۔ چالیس دن کوہ طور پر چلہ کش رہے تب کلام الٰہی الواح کی صورت میں لکھا ہوا عطا ہوا۔

تو کلام الٰہی کے لئے خاص لمحات، خاص اوقات، خاص ہستیاں اور خاص کیفیات مختص فرمائی جاتی ہیں۔ کلام الٰہی کی اپنی ایک عظمت ہے اسے کوئی برداشت نہیں کر پاتا تو فرمایا یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں نزول قرآن ہوا۔ علم الٰہی سے لوح محفوظ پہ منتقل ہوا۔ اللہ کی طرف سے مخلوق کو عطا کیا گیا اور لوح محفوظ سے یا آسمان اول سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو پہلی وحی آئی، زمین پر جب یہ روشنی پھیلی، یہ نور جب زمین پہ برسا، جب قلب اطہر رسول اللہ ﷺ پر وارد ہوا تب بھی رمضان تھا۔ علم الٰہی سے لوح محفوظ پر رمضان میں آیا، لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر رمضان میں آیا، پہلے آسمان سے قلب اطہر حبیب کبریا ﷺ پر جو، آیت کریمہ، پہلی وحی جو

نزول قرآن شروع ہوا وہ بھی رمضان میں۔ یعنی رمضان وہ مہینہ ہے جس میں بندوں کو اللہ کا ذاتی کلام نصیب ہوا۔ اب اسی اعتبار سے یہ ایک پہلو ہے۔ رمضان المبارک کی عظمت اس میں جو تقدس پاکیزگی روحانیت اور اس میں جو رحمت الٰہی کے ظہور کے لمحات ہیں ان کو واضح فرمانے کے لئے فرمایا یہ اتنا مبارک اتنا پاکیزہ اتنا مقدس اتنی رحمت سے بھری ہوئی ساعتیں ہیں کہ سب سے بڑی نعمت اس کائنات میں اللہ کا ذاتی کلام ہے صرف اسی دنیا میں نہیں آخرت میں بھی۔

جنت کی ساری نعمتیں ایک طرف' اہل جنت کو سب سے بڑی بشارت جو ہوگی وہ یہ ہے کہ انہیں دیدار باری نصیب ہوگا اور اللہ سے ہوگا کلام کی سعادت نصیب ہوگی۔ باقی تو جو کچھ ہے وہ تو ایک بندے کی رہائش ہے' اس کا لباس ہے' اس کی غذا ہے' اس کا مقام ہے' اس کا مکان ہے' اس کے غلام ہیں' اس کے نوکر چاکر ہیں یہ ساری تو اس کی رہائش کی سہولتیں ہیں۔ جتنی نعمتیں ہیں جنت میں وہ دنیا میں سوچی نہیں جاسکتیں' انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اب جنت کا کھانا اگر ہم دنیا کے کھانے پہ قیاس کریں تو بات نہیں بنتی۔ نام اس کا بھی کھانا ہے' نام اس کا بھی کھانا ہے۔ یہ دنیا کے پھل پہ قیاس کریں تو ان کی نہیں بنتی ان کی عظمت ان کی صلاحیت ان میں اللہ کی رحمت ان میں لذت ان میں خوبصورتی وہ سب جنت کے اعتبار سے ہے لیکن وہ ساری نعمتیں بھی ایک طرف' اصل نعمت جو جنت کی ہے وہ اہل جنت کو اللہ کا کلام نصیب ہوگا' اللہ کا دیدار نصیب ہوگا۔

اور جہنم کی ساری سزائیں ایک طرف۔ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی ایک کتاب میں احادیث مبارکہ جمع فرمائی ہیں جن میں ایک سمت جنت کی نعمتوں کے بارے جو احادیث مبارکہ ہیں وہ ساری یکجا کردی گئی ہیں اور دوسری طرف جہنم کے عذابوں کے بارے جو وقتاً فوقتاً نبی ﷺ نے مطلع فرمایا جمع کردی ہیں۔ انسان پڑھ کر' سن کر برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ اللہ ان سے پناہ دے کہ جنہیں وہ عذاب بھگتنے پڑیں گے پتہ نہیں کیا عالم ہوگا۔ اللہ ان سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔ لیکن میرے بھائی! یہ سارے عذاب ایک طرف' سب سے بڑا عذاب یہ ہوگا کہ اللہ کریم فرماتا ہے۔

لا یکلمھم اللہ ان کے ساتھ اللہ بات کرنا پسند نہیں فرمائے گا چونکہ بات کا تو اثر یہ ہے کہ اگر اللہ کریم کسی دوزخی سے کلام فرمائیں تو جو تجلیات اس ایک جملے کے ساتھ مترشح ہوں گی سارے جہنم کو بھسم کر دیں گی۔ کلام الٰہی بھی ہو' اس کی کیفیات بھی ہوں اور دوزخ کی آگ بھی ہو یہ دو چیزیں ایک جگہ جمع نہ ہوں گی اور اگر کسی کو دوزخ کے عذابوں میں بھی اللہ سے کلام کرنے کی سعادت مل جائے تو اس کی لذت اتنی ہوگی کہ شاید وہ عذابوں کو بھول جائے۔ تو سب سے بڑا عذاب جو آخرت کا ہوگا کافر کے لئے دوزخی کے لئے جہنمی کے لئے فرمایا۔ لا یکلمھم اللہ اللہ ان سے کبھی کلام نہیں فرمائے گا۔ یعنی کلام الٰہی وہ نعمت ہے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا' سمجھا نہیں جاسکتا' سمجھایا نہیں جاسکتا ہاں اس کی اپنی ایک لذت ہے ایک طاقت ہے' آج ٹیلی فون پر کوئی ساتھی پوچھ رہا تھا جی مجھے کوئی وظیفہ بتایا جائے تو میں نے اسے کہا کہ میرے علم میں قرآن حکیم سے بڑا کوئی وظیفہ نہیں ہے پوچھنے لگا یہ کہاں سے پڑھوں میں نے کہا سارا پڑھو۔ جہاں سے کھل جائے وہاں سے پڑھو ایک سرے سے بسم اللہ کی "با" سے شروع کرکے والناس کے "س" تک پڑھو' روز پڑھو' قرآن پڑھو۔ جس کے پاس اللہ کا کلام ہو وہ اس سے بڑا کیا وظیفہ پڑھنا چاہتا ہے۔ سارے وظائف میں اللہ کی بڑائی بیان کی گئی ہے' اللہ کی پاکی بیان کی گئی ہے' اللہ کریم کی عظمت بیان کی گئی ہے' اللہ کی رحمت بیان کی گئی ہے۔ گناہوں سے معافی کی درخواست یہی وظائف ہیں نا تو یہ جس طرح خود اس نے فرمائے ہیں' جو انداز اس نے خود فرمایا یا جو کلام باری کی اپنی جو لذت جو کیفیت جو طاقت ہے ویسی کسی کی ہو سکتی ہے؟ نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر آیات مبارکہ' مختلف سورتیں قرآن حکیم کی ارشاد فرمائی ہیں۔ یا پھر جو وظائف مسنون ہیں جو نبی ﷺ نے فرمادیئے ہیں وہ بھی اللہ ہی کا کلام ہے اس لئے کہ' ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی کچھ تو وحی جو وحی متلو ہیں حضور ﷺ نے قرآن ہی سے فرمایا ہے اور جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے وہ قرآن میں نہیں ہے' ہے وہ بھی وحی الٰہی اور غیر متلو ہے۔ پھر نبی ﷺ کے فرمانے کے بعد پھر بھی کوئی کسر رہ جاتی ہے کہ وظیفہ میں بتاؤں۔ تو پھر

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہمیں کیوں محسوس ہوتی ہے نا۔ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کچھ نہیں ہو رہا' کوئی اور وظیفہ کرنا چاہئے اگر محسوس نہ ہوتی تو کیوں ہم پوچھتے۔ جو بندہ قرآن پڑھتا اس کا دل باغ باغ ہو جاتا' اسے ایک ایسی کیفیت نصیب ہو جاتی کہ دنیا کے دکھ سکھ وہاں پہنچ ہی نہ سکتے۔ وہ ان لمحات میں اپنے آپ کو محسوس کرتا جہاں دنیا کے غم اسے متاثر ہی نہ کر سکتے۔ جب ایسا محسوس نہیں کرتا تو کہتا ہے کوئی اور وظیفہ بتاؤ۔ کیوں نہیں کرتا؟ اس لئے کہ سورج میں تو روشنی ہے' اب چیزیں دیکھنے کے لئے آنکھ کا نور بھی چاہئے۔ اگر آنکھ سے بینائی ختم ہو جائے تو سورج طلوع ہو یا نہ ہو' دن ہو یا رات ہو کیا فرق پڑتا ہے۔ رات ہے کچھ نظر نہیں آرہا اندھیرا ہے سورج طلوع ہوا ہر چیاز واضح ہو گئی کس کے لئے جس کی آنکھ میں بینائی ہے۔ جس کی آنکھ میں بینائی نہیں ہے رات ہو یا دن اسے کیا فرق پڑ سکتا ہے ٹھوکریں کھاتے ہوئے چلتا ہے۔ اگر قرآن کی لذت ہمیں محسوس نہیں ہوتی' اگر قرآن پڑھ کر ہم پر کیفیت وارد نہیں ہوتی تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا دل بیمار ہے۔ ہمارا وہ کیفیات کو محسوس کرنے کا آلہ جو قدرت نے ہمارے سینے میں لگا دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اسی کے لئے قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جن دلوں پر قرآن اثر نہیں کرتا' یہ لوگ جو نبی ﷺ سے بھی قرآن سنتے ہیں اور ان پر اثر نہیں ہوتا' کیوں نہیں ہوتا' فرمایا!

کلا بل ران علی قلوبھم۔ قرآن کہتا ہے ان کے دلوں کو زنگ لگ گیا ہے۔ جس طرح لوہے کو زنگ لگے تو اس کی ساری چمک دمک ماند پڑ جاتی ہے۔ اور وہ گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے' اگر مسلسل زنگ آلود رہے تو خاک ہو جاتا ہے زنگ کھا جاتا ہے اسے۔ اسی طرح فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور زنگ آلود دل قرآنی الفاظ دہراتے ہیں' وہ کیفیات نہیں پاتے' نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے پروردگار سے باتیں کرنا چاہے' اللہ کریم سے ہم کلام ہونا چاہے' رب جلیل سے بات کرنا چاہے۔

فلیقرا القران۔ وہ قرآن پڑھنا شروع کر دے۔ میرے خیال میں' ہم اس بات سے بھی گئے گزرے ہیں کہ جب ہم قران پڑھتے ہیں تو ہمارا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور لوگوں کے لئے آئی ہے' میں تو تھرڈ پارٹی بیٹھ کر پڑھ رہا ہوں میں تو ثواب کے لئے پڑھ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ثواب تو اپنی جگہ قرآن اسی طرح پڑھو کہ میں رب جلیل سے بات کر رہا ہوں اگر کوئی گزشتہ اقوام کا قصہ سنا رہا ہے تو مجھے سنا رہا ہے' اگر آنے والے حالات بتا رہا ہے تو مجھے بتا رہا ہے' کچھ کرنے کا حکم دے رہا ہے تو مجھے ارشاد فرمایا جا رہا ہے' کچھ نہ کرنے کا حکم دے رہا ہے' کسی کام سے روکا جا رہا ہے تو مجھے روکا جا رہا ہے' مجھ سے بات ہو رہی ہے۔ کبھی آدمی یکسو ہو کر اس انداز سے قرآن کو کھولے جس طرح کسی عزیز کی' دوست کی' بیٹے کی' بھائی کی' باپ کی چٹھی آتی ہے جس وفور شوق سے ہم کھولتے ہیں کہ میرے لئے اس میں کیا لکھا ہے' مجھے اس نے کیا بتایا ہے اپنے بارے' میرے بارے اس جذبے سے اگر اس کتاب کو کھولیں کہ یہ رب العالمین نے میرے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپؐ کو یہ عالیشان کتاب عطا فرمائی اور کروڑوں کروڑوں رحمتیں ہوں اللہ کے ان بندوں پر جو نبی ﷺ سے لیکر ہم گناہگاروں تک درمیان میں واسطہ اور وسیلہ بنے اور قرآن حکیم کو زبانوں سے سینوں میں' دلوں میں محفوظ کرکے ہمیں پڑھایا' ہمیں پہنچایا ہمیں سکھایا' کسی نے لکھا' کسی نے بیان کیا' کسی نے دل میں محفوظ کرکے ہمیں نماز میں سنایا' کسی نے وعظ میں سنایا تو مختلف ذرائع سے اللہ کا وہ کلام ہم تک پہنچانے والے لوگوں پر بھی اللہ کی کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے یہ یہ خزانہ جن واسطوں' جن ذریعوں سے ہم تک پہنچا لیکن یہ تاثیر تب پیدا ہو گی جب ہمارے دل میں بھی اس کی عظمت اور اس کی کیفیات کا کوئی شمہ آئے۔ ذرہ سی سرد ہوا چلی ہمیں کوٹ پہننا پڑا ہم نے محسوس کیا ٹھنڈ ہے ذرہ سی دھوپ گرم ہو جائے تو کوٹ اتار دیتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں ناگرمی کو' سردی کو' بھوک کو' پیاس کو' اگر کوئی ہمیں گالی دے تو ہمیں آگ لگ جاتی ہے اس کو محسوس کرتے ہیں' اس کی کیفیت کو' اگر کوئی ہمیں دعا دے تو ہم خوش ہو جاتے ہیں بشاشت آجاتی ہے چہرے پہ اسے محسوس کرتے ہیں۔ بندہ بات کرے ہم محسوس کرتے ہیں' موسم کی کیفیت و حالت محسوس کرتے ہیں تو وحی کو کیوں محسوس نہیں کرتے۔ وحی الٰہی ہو' قرآن حکیم ہو نبی ﷺ کے ارشادات ہوں' اللہ کا ذاتی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کلام ہو اور محمد رسول ﷺ کے سینہ اطہر پہ' دل اطہر پہ' قلب اطہر پہ نازل ہو' حضور ﷺ کی زبان حق ترجمان سے وہ بیان ہو' لب ہائے مبارک محمد رسول اللہ ﷺ سے بات آئے اور آج تک آنے والا ہر واسطہ نیک ہو' عالم ہو' پرہیز گار ہو' دین دار ہو' اولیاء اللہ ہو' ولی اللہ ہو' صحابہ ہوں' تابعین ہوں' تبع تابعین ہوں' اور کوئی دنیا میں بھی ایسی بات ہے جو آج تک ہم نیکوں کے حوالے سے پہنچی ہو' کوئی بات بتاؤ؟ ساری سائنس' ساری طب' سارا مال و دولت' پتہ نہیں کن کن گناہگاروں سے ہو کر آتا ہے۔ سودی بنکوں سے' بدکار عورتوں کی کمائی سے' کنجروں اور بھانڈوں سے ہو کر پیسہ آتا ہے اس کی لذت ہم محسوس کرتے ہیں کہ میرے پاس پیسہ آیا ہمیں لذت محسوس ہوتی ہے اور اللہ کا کلام ہو' اللہ کے نبی ﷺ کے لب ہائے مبارک سے ارشاد فرمایا جائے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں اور زبانوں سے گزرے' تابعین کے سینوں اور لب ہائے مبارک سے گزرے' تبع تابعین سے گزرے اور چودہ صدیوں کے نیک اہل علم متقی پرہیز گار اور ولی اللہ درمیان میں واسطہ ہوں اور ہم تک بات پہنچے تو ایسا لگے جیسے کوئی عام بات ہوتی ہے؟ یہ اتنی جو لمبی چودہ سو سال کی اہل اللہ کی ایک قطار ہے جو قدم ہائے مبارک محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے ان سب میں کسی میں کوئی کیفیت نہیں؟

جب ہم یہاں پہنچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ شاید ہمارے ہی دل مردہ ہو چکے ہیں۔ کتنے زنگ خوردہ دل ہو گئے ہیں ہمارے' کتنی گہری نیند سو رہے ہیں' کیا ہمارے سینے میں دل ہے بھی سہی؟ جب اس حال پہ غور کیا جائے تو سوچنا یہ پڑتا ہے کہ کیا میرے سینے میں دل باقی بھی ہے؟ بڑا زور ہوگا' بڑے خوف دلائے جائیں گے پورے ملک میں' پوری دنیا میں علماء لگے ہوں گے ثواب اتنا ہے اور عذاب ایسا ہے' ثواب عذاب بتانے کے لئے بڑی مخلوق ہے' یہ بات جو میں عرض کر رہا ہوں' یہ نایاب ہو چکی ہے۔ اسے ت اب بتاتا بھی کوئی نہیں' اس پہ تو اب بات بھی کوئی نہیں کرتا اور یہی کرنے کی بات ہے۔ کرنے کی بات ہی یہی ہے کہ کیا ہمارے دل نے رمضان کی آمد کو محسوس کیا؟ ہم جو گرمی آئے تو محسوس کرتے ہیں' سردی آئے تو محسوس کرتے ہیں' صبح ہو تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے' شام ہو تو پتہ چل جاتا ہے' شعبان گیا رمضان آیا' کیا ہمیں کوئی پتہ چلا؟ کوئی کیفیت بدلی؟ کوئی سوچ بدلی؟ کوئی احساس بدلا؟ کوئی فکر بدلی؟ اگر کچھ نہیں بدلا تو پھر یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا ہم زندہ ہیں؟ چونکہ قرآن حکیم نے ان کو مردہ کہا ہے جن پر اللہ کے کلام کا اثر نہیں ہوتا۔ قران کی زبان میں موت یہ ہے کہ کلام الٰہی کا اثر نہ ہو ورنہ تو لوگ جو قتل ہو گئے' بدنوں کے پرخچے اڑ گئے' راہ حق میں شہید ہوئے اللہ کریم فرماتا ہے ان کے بارے گمان بھی نہ کرو کہ وہ مرگئے ہیں' وہ زندہ ہیں تمہاری عقل سے یہ بات باہر ہے کہ جنازے پڑھے گئے انہیں دفن کر دیا گیا۔ فرماتا ہے زندہ ہیں ولکن لا تشعرون۔ تمہارے شعور سے' تمہاری مادی عقل سے یہ بات بلند ہے' موت دنیا سے گزر جانے کا نام نہیں ہے۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

اصل حقیقی زندگی تو شروع ہی موت سے ہوتی ہے۔ فنا کا نام نہیں ہے۔ عالم امر میں ہم تھے' وہاں سے شکم مادر میں آئے' ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہوئے اب اگر کہا جائے عالم امر میں اب ہماری جگہ خالی ہو گئی وہاں مرگئے تو کہتا رہے کوئی شکم مادر سے دنیا میں آئے ایک زندگی کا اور دور آگیا وہاں کی موت یہاں کی حیات بن گئی یہاں سے نکلے برزخ میں پہنچ گئے' وہی اسی طرح ایک عالم بدلا' برزخ سے بھی آگے جانا ہوگا' حشر قائم ہوگی' محاسبہ ہوگا جن پر اللہ مہربانی فرمائے گا وہ اپنے گھر جنت پہنچیں گے' جو اپنی شامت اعمال میں پکڑے گئے' بے چارے جہنم جائیں گے تب جاکر زندگی حقیقی شروع ہوگی' زندگی کو قرار آئے گا' پھر کبھی کسی کی زندگی ختم نہیں ہوگی۔ تو یہ زندگی کی مختلف حالتیں ہیں جو بدلتی رہتی ہیں۔ روح چولا بدلتی ہے' ایک ملک سے دوسرے میں' دوسرے سے تیسرے میں جاتی ہے' یہ موت نہیں ہے۔ موت یہ ہے کہ کلام الٰہی کی کوئی کیفیت کسی کو محسوس نہ ہو' اسے سن کر اللہ سے محبت نہ ہو' اسے سن کر اس پر عمل کرنے کو دل نہ چاہے' اس کو سننے نہ سننے سے کوئی فرق نہ پڑے تو یہ صورت حال خطرناک ہے۔

اور اس کا سبب ہے دلوں کا زنگ۔ نبی ﷺ نے فرمایا ! لکل شی

صقالتہ و صقالتہ القلوب ذکر اللہ او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے جس سے زنگ اتر جاتا ہے چمک جاتی ہے اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے اللہ کا نام ہے۔ جتنا زیادہ کر سکو اللہ کا ذکر کرو' اللہ کو یاد کرو۔ قرآن حکیم کو اپنی زندگی کا حصہ بناؤ خواہ ایک آیہ کریمہ پڑھو لیکن دن کو شروع کرو تو قرآن سے کرو۔

ہمارے چیف جسٹس ہوتے تھے' جسٹس عبدالحلیم۔ چیف جسٹس آف پاکستان تھے تو ایک دفعہ مجھ سے کہنے لگے کہ میں سب سے بڑا کام جو زندگی میں کرتا ہوں یہ ہے کہ میں رات کو قرآن پڑھ کر سوتا ہوں۔ خواہ میں دو آیات پڑھ لوں' خواہ دو رکوع پڑھ لوں' خواہ دو پارے پڑھ لوں' جتنا وقت بھی ہو جب بھی سونے کے لئے بستر میں جاتا ہوں تو آخری کام جو میں کرتا ہوں' قرآن پڑھتا ہوں' اس لئے کہ شاید صبح اٹھوں یا نہ اٹھوں۔ دیکھیں نا ایک تعلق ہے بندے کا اللہ کی کتاب کے ساتھ۔ نہ وہ عالم ہے' نہ اس نے کوئی داڑھی رکھی ہے' کلین شیو بندہ تھا مولوی بھی نہیں تھا' عالم دین بھی نہیں تھا' دنیوی علوم کا اور دنیوی قوانین کا ماہر تھا' چیف جسٹس تھا پاکستان کا لیکن اللہ کی کتاب کی لذت کو محسوس کرتا تھا۔ اس کے دل میں وہ کیفیت تھی اور وہ چاہتا تھا کہ جب میری آنکھ بند ہو تو جو آخری بات میری زبان پر ہو اور جو آخری الفاظ میرے کانوں میں گونجیں اور جو آخری کیفیت میرے دل پہ وارد ہو وہ اللہ کے کلام کی ہو۔

بھئی دن کی ابتدا اللہ کے کلام سے کرو' دن کا اختتام اللہ کی آیات پہ کرو' کھول کر نہیں پڑھ سکتے تو جو سورت یاد ہے پڑھ لو' آیت الکرسی پڑھ لو' قل شریف پڑھ لو' پڑھو قرآن' بہر حال رمضان المبارک آیا ہے' تلافی مافات کا مہینہ ہے' اس کا ایک لمحہ صدیوں کے گناہ معاف کرانے کے لئے کافی ہے لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا ایمانا و احتسابا

من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ۔ جس نے رمضان کی رات کا قیام کیا اور علماء فرماتے ہیں جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لی اور فجر باجماعت پڑھی وہ قائم اللیل شمار ہوتا ہے گویا ساری رات عبادت میں کھڑا رہا۔ جس نے عشاء اور فجر باجماعت پڑھ لی اس کے پہلے کے سارے گناہ معاف کرنے کے لئے کافی ہے

غفر لہ ماتقدم من ذنبہ

لیکن ایک بات یاد رکھیے گناہوں کی جب بخشش ہوتی ہے تو دل پہ جو اثر آتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی گناہ سے متنفر ہو جاتا ہے جس طرح کوئی جگہ جل جائے کہیں چوٹ لگ جائے کہیں کٹ لگ جائے بدن کٹ جائے تو جب زخم مندمل ہوتا ہے اس کی پٹی کھولی جاتی ہے تو وہ جگہ زیادہ حساس ہو جاتی ہے۔ دوسرے بدن کی نسبت وہاں ذرا سا بھی دباؤ پڑے تو درد ہوتا ہے اسی طرح توبہ قبول ہو جائے تو نئی جلد بن جاتی ہے' نئی کیفیت بن جاتی ہے جو گناہوں سے ڈراتی ہے بندہ گناہوں سے بچتا ہے اور اگر ہم گناہوں پہ ویسے ہی دلیر ہیں تو اس کا مطلب ہے ہم نے توبہ کی نہیں۔ چونکہ توبہ ایک ایسا فعل ہے جو رد نہیں ہوتا۔ کافر کے لئے بھی اللہ نے یہ پابندی لگائی ہے کہ جب تک اس پر موت کی نشانیاں وارد نہیں ہوتیں تب تک اس کی توبہ بھی مان لوں گا اور مومن کی توبہ تو ملک الموت کے آنے اور سامنے آجانے کے بعد بھی قبول ہوتی ہے۔

ان اللہ شاکر علیم۔ اللہ جانتا بھی ہے کوئی کہیں اس س پوشیدہ نہیں اور وہ شکر کو قبول بھی کرتا ہے کہیں کوئی کرے وہ قبول فرماتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بناوٹ کرتے ہیں' جھوٹ بولتے ہیں' غلط کہتے ہیں ہم نے ہمارے ضمیر نے ہمارے دل نے ہمارے باطن نے ہمارے اندر نے توبہ نہیں کی۔ اور تب تک یہ دل تائب نہیں ہوتا جب تک اسے عذاب و ثواب کی لذت میں فرق نہیں نصیب ہوتا۔ کلام الہی کی کیفیات اس پر وارد نہیں ہوتیں بارگاہ رسالت ﷺ کی برکات کو یہ محسوس نہیں کرتا اور اس احساس کے لئے اس کی صفائی ضروری ہے اس کا اجلا پن ضروری ہے اس کو اللہ کے نام سے اللہ کی ذات کے نام سے واذکر اسم ربک و تبتبل الیہ تبتیلا۔ اس طرح اللہ کی ذات کا نام کا ذکر اتنا کرو کہ اللہ ہی رہ جائے ہر چیز ذہن سے نکل جائے۔ میرے بھائی یہ مہینہ اس مشقت کا ہے اس کے دن اس کی راتیں اس کی صبحیں اس کی شامیں اس کے اوقات اپنے قلب کی اپنے سینے کی صفائی پہ لگا دو ہمیں محسوس ہو کہ واقعی اللہ کا کلام ہے اس کی لذت محسوس ہو محبت اور عشق نصیب ہو محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ حلاوت نصیب ہو اور ایک

باقی صفحہ 25 پر ملاحظہ فرمائیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی حیات مبارکہ

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی ماں نے لڑکے کے تبدیل مذہب کا حال سنا تو نہایت کبیدہ خاطر ہوئیں' بات چیت' کھانا پینا' سب چھوڑ بیٹھیں' چونکہ وہ اپنی ماں کے حد درجہ فرماں بردار اور اطاعت شعار تھے' اس لئے یہ سخت آزمائش کا موقع تھا' لیکن جو دل توحید کا لذت آشنا ہو چکا تھا وہ پھر کفر و شرک کی طرف کس طرح رجوع ہو سکتا تھا' ماں مسلسل تین دن تک بھوکی پیاسی رہیں' لیکن بیٹے کی جبیں استقلال پر شکن تک نہ پڑی۔ خدائے پاک کو یہ شان استقامت کچھ ایسی پسند آئی کہ تمام مسلمانوں کے لئے معصیت الٰہی میں والدین کے عدم اطاعت کا ایک قانون عام بنا دیا گیا۔ چنانچہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے "اگر والدین تجھ کو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں جن کا کوئی علم و یقین تیرے پاس نہیں ہے تو اس میں ان کی اطاعت نہ کر۔"

حضرت سعدؓ کا سن مبارک صرف انیس سال کا تھا کہ دعوت اسلام کی صدائے دل نواز نے توحید کا شیدائی بنا دیا' اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہو کر خلعت ایمان سے مشرف ہوئے' آپؐ سے پہلے چھ سات حضرات خلعت اسلام سے سرفراز ہو چکے تھے۔ آپ کا نام سعد' ابو اسحٰق کنیت' والد کا نام مالک اور ابو وقاص کنیت' والدہ کا نام حمنہ تھا' سلسلہ نسب یہ ہے' سعدؓ بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی زہری' چونکہ آنحضرت ﷺ کی نانہال زہری خاندان میں تھی' اس لئے حضرت سعدؓ وقاص رشتہ میں آپؐ کے ماموں تھے۔ سرور کائنات ﷺ نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا اقرار فرمایا تھا۔

حضرت سعدؓ وقاص کفار کے خوف سے عموماً مکہ کے ویران و سنسان گھاٹیوں میں چھپ کر معبود حقیقی کی پرستش و عبادت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک گھاٹی میں چند صحابہؓ کے ساتھ مصروف عبادت تھے۔ اتفاق سے کفار کی ایک جماعت اس طرف آنکلی' اور اسلام کا مذاق اڑانے لگے' حضرت سعدؓ وقاص کو اس بے بسی کی زندگی میں بھی جوش آگیا' اور اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس زور سے ماری کہ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ اسلام کی حمایت میں یہ پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعدؓ وقاص کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔

مکہ میں جب کفار کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا۔ اس حکم عام کی بناء پر حضرت سعدؓ وقاص نے مدینہ کی راہ لی اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے مکان میں فروکش ہوئے۔ جنہوں نے ایام جاہلیت میں ایک خون کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو آزادی و طمانیت نصیب ہوئی۔ تاہم قریش مکہ کی حملہ آوری کا خطرہ موجود تھا۔ آنحضرت ﷺ نے پیش بنی کر کے حضرت عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ یا اسی سواروں کے ساتھ غنیم کی نقل و حرکت دریافت کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت سعد وقاصؓ بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ غرض دورہ کرتے ہوئے حجاز کے ساحلی علاقہ میں قریش کی ایک بڑی تعداد سے مڈبھیڑ ہوئی' چونکہ محض تجسس مقصود تھا' اس لئے کوئی جنگ پیش نہ آئی' مگر حضرت وقاصؓ کو کہاں تاب تھی' انہوں نے ایک تیر چلا ہی دیا' چنانچہ یہ اسلام کا پہلا تیر جو راہ خدا میں چلایا گیا۔

دوسری دفعہ خود حضرت سعدؓ وقاص کے زیر قیادت آٹھ مہاجرین کی ایک جماعت تجسس کے لئے روانہ کی گئی' چنانچہ یہ مقام خرار تک گئے اور واپس آئے مگر کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اس کے عبداللہؓ بن الجحش کے ساتھ دشمن کی خبر گیری پر مامور ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن الجحش کو ایک سربمہر فرمان دیا تھا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھیں اور اس کی ہدایتوں پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

عمل کریں۔ انہوں حسب ہدایت دو روز کے بعد پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہاں پہنچ کر قریش کی نقل و حرکت کا پتہ چلائیں' حضرت عبداللہ نے اپنے ساتھیوں کو فرمان کا مضمون سنا کر کہا" میں کسی کو مجبور نہیں کرتا جس کو شہادت منظور ہو وہ ساتھ چلے ورنہ واپس جائے۔" حضرت سعدؓ وقاص اور تمام دوسرے ساتھیوں نے جوش کے ساتھ "سمعاً" و طاعۃ کہا' لیکن کچھ دور جانے کے بعد عتبہ بن غزوانؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا اونٹ جو مشترکہ طور پر دونوں کی سواری تھا گم ہو گیا' اور اس طرح وہ دونوں پیچھے رہ گئے۔ عبداللہ بن جحش نے نخلستان میں پہنچ کر قریش کے ایک قافلہ سے جنگ کی اور مال غنیمت اور چند قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے' چونکہ یہ وہ مہینہ تھا جس میں رسماً جنگ ممنوع سمجھی جاتی تھی' اس لئے سرور کائنات ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور فرمایا میں نے تمہیں جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ مسلمانوں نے بھی عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو ملامت کی لیکن وحی الٰہی نے اس مسئلہ کو اس طرح صاف کر دیا۔

"لوگ تم سے ماہ حرام کی نسبت پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑنا (جائز ہے) کہدو اس میں لڑنا بڑا گناہ اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس کا نہ ماننا اور مسجد حرام سے باز رکھنا اور اس کے اہل کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ہے اور فتنہ کشت و خون سے زیادہ برا ہے۔"

قریش فدیہ لے کر اپنے قیدیوں کو چھڑانے آئے لیکن اس وقت تک عتبہ بن غزوان اور سعدؓ ابی وقاص کا کچھ پتہ نہ تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک یہ دونوں صحیح و سلامت پہنچ نہ جائیں تمہارے قیدی رہانہ ہوں گے۔ غرض جب یہ دونوں جانثار واپس آگئے تو مشرکین چھوڑ دیئے گئے۔

معرکہ بدر سے مستقل جنگوں کی ابتدا ہوئی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اس جنگ میں غیر معمولی شجاعت و جان بازی کے جوہر دکھائے اور سعید بن العاص سرخیل کفار کو تہ تیغ کیا۔ حضرت سعدؓ کو اس کی ذوا لکتیفہ نامی تلوار پسند آگئی تھی۔ تلوار لئے ہوئے بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہوئے' چونکہ اس وقت تک تقسیم غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا اس لئے ارشاد ہوا کہ جہاں سے اٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔

حضرت سعدؓ کے برادر عزیز حضرت عمیرؓ اس جنگ میں شہید ہوئے تھے کچھ تو ان کی مفارقت کا صدمہ اور کچھ تلوار نہ ملنے کا افسوس' غرض غمگین و ملول واپس آئے' لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورہ انفال نازل ہوئی اور سرور کائنات ﷺ نے ان کو بلا کر تلوار لینے کی اجازت دے دی۔

تین ہجری میں غزوہ احد پیش آیا۔ گھاٹی کو قبل از حکم رسولؐ چھوڑ دینے کی وجہ سے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی اور ناگہانی حملہ کے باعث اکثر غازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ان ثابت قدمت اصحاب کی صف میں تھے' جن کے پائے استقلال کو اخیر وقت تک لغزش نہ ہوئی۔ حضرت سعدؓ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے' اس لئے جب کفار کا نرغہ ہوا تو آنحضرت ﷺ کو اپنے ترکش سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے۔

"اے سعد! تیر چلا میرے باپ ماں تجھ پر فداں ہوں۔"

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سعدؓ کے سوا اور کسی کے لئے "فداک ابی وامی" کا جملہ نہیں سنا۔

اثنائے جنگ میں ایک مشرک سامنے آیا جس نے اپنے تیز و تند جملوں سے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو نشانہ بنانے کا حکم دیا' لیکن اس وقت ترکش تیروں سے خالی ہو چکا تھا۔ حضرت سعدؓ نے تعمیل ارشاد کے لئے ایک تیر اٹھا کر جس میں پھل نہیں تھا اس صفائی کے ساتھ اس کی پیشانی پر مارا کہ وہ بدحواسی کے ساتھ برہنہ ہو کر گر گیا۔ آنحضرت ﷺ ان کی تیر اندازی اور اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے' یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔

اسی طرح طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق میں تاک کر ایسا تیر مارا کہ زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی اور تڑپ کر واصل جہنم ہوا۔

غزوہ احد سے فتح مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے' حضرت سعدؓ بہادری و جانبازی کے ساتھ سب میں پیش پیش رہے' پھر فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں اسی فدویت'

جاں نثاری اور ثبات و پامردی کا کارنامہ پیش کیا جس کا اظہار غزوہ احد میں کر چکے تھے۔

غزوہ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں بھی شریک تھے پھر دس ہجری میں سرور کائنات ﷺ نے حجتہ الوداع کا قصد فرمایا تو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ہمرکاب تھے' لیکن مکہ پہنچ کر سخت علیل ہو گئے' یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے تو زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے "یارسول اللہ! میں مالدار آدمی ہوں لیکن ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہیں ہے' اس لئے اگر اجازت ہو تو اپنا دو ثلث مال کار خیر میں لگا دوں؟" ارشاد ہوا "نہیں!" پھر عرض کی "دو ثلث نہیں تو نصف سہی" حکم ہوا' نہیں صرف ایک ثلث اور یہ بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مالدار و تونگر چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال نہ پھیلاتے پھریں۔ تم جو کچھ بھی خدا کی رضاجوئی کے لئے صرف کرو گے اس کا اجر ملے گا' یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب پاؤ گے۔

حضرت سعدؓ کو مدینہ سے اس قدر محبت تھی کہ مکہ میں مرنا بھی پسند نہ تھا۔ بیماری جس قدر طول کھینچتی جاتی تھی اسی قدر ان کی بیقراری بڑھتی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اشکبار دیکھ کر پوچھا "روتے کیوں ہو؟" عرض کی "معلوم ہوتا ہے کہ اسی سرزمین کی خاک نصیب ہو گی' جس کو خدا اور رسول کی محبت میں ہمیشہ کے لئے ترک کر چکا تھا" آنحضرت ﷺ نے تشفی دیتے ہوئے ان کے قلب پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ دعا فرمائی۔

"اے خدا! سعدؓ کو صحت عطا کر! سعدؓ کو صحت عطا کر"

رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے جو الفاظ نکلے تھے وہ اس مریض بستر مرگ کے لئے آب حیات ثابت ہوئے' دعا مقبول ہوئی اور صحیح و تندرست ہوئے۔ ساتھ ہی یہ بشارت سنائی کہ اے سعدؓ! تم اس وقت تک نہ مرو گے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ لے۔ یہ پیشین گوئی عجمی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی' جن میں عجم قوم نے آپؓ کے ہاتھوں نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اٹھایا۔

مکہ سے واپس آنے کے بعد اسی سال رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سقیفہ بنی ساعدہ میں کثرت آراء سے مسند نشین خلافت ہوئے۔ حضرت سعدؓ وقاص نے بھی جمہور کا ساتھ دیا اور خلیفہ اول کے ہاتھ پر بلاتوقف بیعت کر لی۔

خلیفہ اول نے سوا دو برس کے بعد داعی حق کو لبیک کہا اور فاروق اعظمؓ کو جانشین کر کے رحلت گزیں عالم جاوداں ہوئے' اس وقت اندرونی مہمات کا فیصلہ ہو کر شام و عراق پر فوج کشی کی ابتدا ہو چکی تھی۔ حضرت عمرؓ نے مسند نشین ہونے کے ساتھ ہی تمام عرب میں جوش و خروش کی آگ بھڑکا دی' اور ان حملوں کا انتظام زیادہ وسیع پیمانہ پر قائم کر دیا۔ خصوصاً" عراق کی فوج کشی پر سب سے پہلے توجہ کی۔

اہل عرب اور ایرانیوں میں نہایت قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی' ایرانیوں نے بارہا عربوں کے اختلاف اور کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تمام عرب کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ خصوصاً" عراق عرب اور سرحدی علاقوں پر مستقل قبضہ جمالیا تھا' لیکن عرب بھی دب کر رہنے والے نہ تھے' جب موقع ملتا بغاوت کر دیتے تھے چنانچہ پوران دخت کے زمانہ میں جب طوائف الملوکی کے باعث ایرانی حکومت کا نظام ابتر ہو گیا تو سرحدی قبائل کو پھر شورش کا موقع ملا اور مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی جمعیت فراہم کر کے عراق کی سرحد حیرہ اور ابلہ کی طرف غارت گری شروع کر دی۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا مثنیٰ نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر باقاعدہ عراق پر حملہ آوری کی اجازت طلب کی' چونکہ عام عرب میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی' اس لئے اس کے ایک وسیع خطہ کا کسی دوسری حکومت کے زیر اقتدار رہنا مذہبی اور قومی نقطہ نگاہ سے نہایت خطرناک تھا۔ اس بنا پر خلیفہ اول نے مثنیٰ کو اجازت دے دی اور حضرت خالدؓ سیف اللہ کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مدد کے لئے روانہ کی۔ انہوں نے حملہ کر کے بہت زیادہ ضرورت تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے خالدؓ کو حکم دیا کہ مثنیٰ کو اپنا جانشین کر کے شامی رزمگاہ کی طرف روانہ ہو جائیں' لیکن خالدؓ سیف اللہ کا جانا تھا کہ عراق کی مہم دفعتہ سرد پڑ گئی۔

حضرت عمرؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو پھر نئے سرے سے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی اور حضرت ابو عبیدہؓ کو ایک فوج

www.naqshbandiaowaisiah.com

گراں کے ساتھ اس طرف روانہ فرمایا' انہوں نے ایرانیوں کو متفرق معرکوں میں شکست دے کر تمام متصل علاقوں پر قبضہ کرلیا اور مشرقی فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام مروحہ تھا' غنیم کی ایک زبردست فوج کے سامنے صف آرائی کی' چونکہ بیچ کنی میں دریا حائل تھا۔ اس لئے ایرانی سپہ سالاروں بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تو تم اس پار اتر آؤ یا ہم آئیں۔ ابوعبیدہؓ نے سرداران فوج کے اختلاف کے باوجود شجاعت کے نشے میں خود دریا کے پار اتر کر مقابلہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کو نہایت افسوسناک شکست ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے کمک بھیج کر فوج کو از سر نو مستحکم کردیا اور مثنیٰ شیبانی کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کردی' انہوں نے معرکہ بویب اور دوسری جنگوں میں دشمن کو پے درپے شکستیں دے کر عراق کے ایک وسیع خطہ پر قبضہ کرلیا۔

ایرانیوں کو اب تک مسلمانوں کی جارحانہ قوتوں کا اندازہ نہ تھا' ان فتوحات نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ اراکین سلطنت نے حکومت کیانی کو محفوظ رکھنے کے لئے نئی تدبیریں اختیار کیں' پوران دخت کو جو ایک عورت تھی تخت سے اتار کر خاندان کسریٰ کے اصلی وارث یزدگرد کو تخت نشین کیا اور تمام ملک میں اتحاد' اتفاق اور جوش و خروش کی آگ بھڑکا دی' یہاں تک کہ مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بھی بغاوت و سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی اور مثنیٰ کو مجبوراً عرب کی سرزمین میں ہٹ آنا پڑا۔

حضرت عمرؓ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر تمام عرب میں پر جوش و جادوبیان خطیب پھیلا دیئے کہ وہ اپنی پر تاثیر تقریروں سے قبائل عرب کو جنگ میں شریک ہونے کے لئے آمادہ کریں' اس کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دارالخلافت کی طرف جنگ آزما بہادروں کا ایک طوفان امنڈ آیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص عہد صدیقی سے ہوازن کے عامل تھے۔ انہوں نے اپنے اثر سے ایک ہزار آدمی بھیجے' جن میں سے ہرایک تیغ و تفنگ کا ماہر تھا۔ غرض فوج توقع سے زیادہ فراہم ہوگئی لیکن سب سے زیادہ دقت یہ تھی کہ اس عظیم الشان لشکر کی سربراہی کے لئے کوئی شخص موزوں نظر نہ آتا تھا حضرت علیؓ سے درخواست کی گئی تو انہوں نے بھی اس بارگراں کے اٹھانے سے انکار کردیا' عوام کے اصرار سے خود حضرت عمرؓ تیار ہوگئے' لیکن اہل الرائے' صحابہؓ مانع ہوئے کہ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ لوگ اسی حیص بیص میں تھے کہ دفعتہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اٹھ کر کہا کہ میں نے پالیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا کون؟ بولے کہ سعدؓ بن ابی وقاص۔ تمام حاضرین اس انتخاب پر پھڑک اٹھے' اور سب نے متفقہ طور پر تائید کی۔

حضرت سعدؓ نہایت بلند پایہ صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے ماموں تھے۔ اس کے ساتھ بہادری و شجاعت میں بھی بے نظیر تھے۔ تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی و فخر کی نگاہ سے دیکھا۔ حضرت عمرؓ کو گو سپہ سالاری کے لحاظ سے مجبور ہو کر منظور کرلیا اور ہر قسم کی ہدایتیں اور نشیب و فراز سمجھا کر رزمگاہ کی طرف کوچ کرنے کی اجازت دے دی۔

حضرت سعدؓ اپنے لشکر کو آراستہ کرکے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے علبہ پہنچے' یہاں تین مہینے تک قیام رہا' پھر وہاں سے چل کر مشراف میں خیمہ زن ہوئے' مثنیٰ مقام ذی قار میں آٹھ ہزار نبرد آزما سپاہیوں کے ساتھ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن داعی اجل نے ملاقات کا موقع نہ دیا اور وہ اپنے بھائی کو سپہ سالار اعظم سے ملنے کی ہدایت کرکے راہی عالم جاوداں ہوئے۔ معنیٰ نے حسب ہدایت مشراف میں آکر ملاقات کی اور مثنیٰ نے جو ضروری مشورے دیئے تھے' حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے بیان کئے۔

حضرت سعدؓ نے مشراف میں اپنی فوج کا باقاعدہ جائزہ لیا' جو کم و بیش تیس ہزار تھی۔ پھر میمنہ و میسرہ وغیرہ کی تقسیم کرکے ہرایک پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور مقام کا نقشہ' فرودگاہ کا ڈھنگ' لشکر کا پھیلاؤ اور رسد کی کیفیت وغیرہ سے دربار خلافت کو مطلع کیا' وہاں سے حکم آیا کہ مشراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ پر اس طرح مورچے جمائیں کہ پشت پر عرب کے پہاڑ ہوں اور سامنے دشمن کا ملک ہو' چنانچہ وہ یہاں سے روانہ ہو کر عذیب میں عجمیوں کے میگزین پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے اور مناسب موقعوں پر مورچے جمادیئے۔

(جاری ہے)

www.naqshbandiaowaisiah.com

فرض عین اور فرض کفایہ میں فرق

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان 99-8-8

الحمد للہ ! اللہ کریم کا احسان ہے کہ آپ لوگ اللہ اللہ کرنے کے لئے جمع ہیں نبی ﷺ سارے عالم کے لئے مبعوث ہوئے بلکہ عالمین کے لئے مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کا مقام' آپ ﷺ کی شان' آپ ﷺ کا رشتہ عالمین کے ساتھ' رحمت کا ہے۔ وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین ○ حضور ﷺ کا ہر ارشاد' آپ ﷺ کا ہر اقدام سارے جہانوں کے لئے باعث رحمت ہے اور اسلام کی بنیاد ہی یہ ہے کہ انسان محض اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کرکے اللہ کی دوسری مخلوق کے لئے سوچے اور اس کے لئے فکر کرے۔

ہندوستان کے ایک سکھ رائٹر نے ایک مقابلہ لکھا اور اس میں اس نے بحث کی، مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر کہ ایک قوم جس نے دنیا کو فتح کیا' مسخر کیا' آج وہ خود رسوا ہے اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی اہل نہیں۔ جزیرہ نمائے عرب کے۔ خیموں میں پلے ہوئے لوگ ریگزاروں کے شاہسوار جنہوں نے دنیا کو تہہ و بالا کر دیا تھا آج وہ امریکہ اور یورپی طاقتوں کی فوجیں اپنی حفاظت کے لئے پال رہے ہیں یعنی کتنی عجیب بات ہے کہ جن اقوام پر ان کے نام سے لرزہ طاری ہو جاتا تھا آج وہ اقوام ان کی رکھوالی بنی ہوئی ہیں۔ تو وہ سکھ لکھتا ہے کہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کا مسلمان زخم کھانے سے ڈرتا ہے۔ اندازہ کیجئے ایک کافر کا تجزیہ۔ یعنی مرنا تو دور کی بات ہے جس مسلمان نے دنیا فتح کی وہ گھر سے موت کی تلاش میں نکلتا تھا آج وہ زخم کھانے سے ڈرتا ہے۔

حضرت خالدؓ نے رستم کو جو پیغام بھیجا تھا رستم ایرانی سلطنت کا سب سے آخری اور بڑا جرنیل تھا۔ جس سب سے آخر میں انہوں نے میدان میں اتار...... ہماری اسلام سے محبت کا تو یہ عالم ہے کہ ہمیں یہ پتہ ہی نہیں کہ پرویز کافر تھا' رستم کافر تھا' محمد پرویز اور محمد رستم نام رکھتے ہیں۔ بلکہ یہاں بوچھال اڈے پہ ایک بورڈ لگا ہوا ہے' بندہ ایڈووکیٹ ہے اور نام ہے محمد بنارس' بنارس ہندوؤں کا مقدس مقام ہے اب اس کے ساتھ محمد کا کیا جوڑ ہے۔ سارے ہندوستان سے زیادہ بت پرستی وہاں ہوتی ہے اور گنگا کا اشنان کرنے سارا سال ہندو' جس طرح مسلمان حج کو جاتے ہیں اس طرح بنارس کو جاتے ہیں ہیں۔ بورڈ لگا ہوا ہے کہ بندہ ایڈووکیٹ ہے نیچے لکھا ہوا ہے "محمد بنارس" یہ ہمارا اسلام سے رشتہ اور تعلق ہے۔ رستم آخری جرنیل تھا یزدگرد نے جسے میدان میں اتارا۔ اس کے مرنے کے بعد مدائن فتح ہو گیا' یزدگرد بھاگ گیا اور اتنی بڑی ایمپائر تھی کہ یہ آخری فرماں روا یزدگرد جب بھاگا تھا مدائن سے تو مورخین لکھتے ہیں کہ اس کے پاس محل کے جو فراموش باورچی اور دوسرے خادم' لباس تبدیل کرنے والے' صفائی والے جو بھی تھے ان کی تعداد بائیس لاکھ تھی۔ جو محض شاہی خدمت پر مامور تھے۔ جنہیں محض بادشاہ کی اور محل کی دیکھ بھال کرنا ہوتی تھی جن میں باورچی' فراش' سفیدی کرنے والے' مرمتیں کرنے والے' لباس بنانے والے' پردے لگانے والے اور کئی شعبوں کے لوگ تو بائیس لاکھ تعداد ملازموں کی تھی جو بھاگ رہے تھے۔ لشکر بھی کم نہیں تھا لیکن شکست کھا کر بھاگا ہوا لشکر کتنی تعداد میں بھی ہو وہ بھاگتا ہی رہتا ہے۔ تو یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خالدؓ نے رستم کو لکھا کہ

ان معی قوم یحبون الموت کما یحبون الفارس الخمر۔ کہ میرے ساتھ جو لوگ ہیں جو مسلمان ہیں ان کا عالم یہ ہے کہ جس طرح ایرانی سپاہی شراب پر مرتے ہیں یہ موت کی تلاش میں اس سے زیادہ دیوانے ہیں۔ جتنی تیرے سپاہی شراب کے لئے محبت رکھتے ہیں' جس طرح تڑپتے ہیں اور جس طرح شراب حاصل کرنے کے لئے دھکم پیل کرتے ہیں اس سے زیادہ میرے سپاہیوں میں موت کی طلب ہے۔ وہ جو علامہ نے کہا تھا

www.naqshbandiaowaisiah.com

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

کہ مسلمان کو غرض ہوتی تھی جان دینے سے 'ممالک فتح کرنا یا مال غنیمت اکٹھا کرنا اس کا مقصد نہیں ہوتا تھا' یہ ضمنی چیزیں ہوتی تھیں۔ وہ سکھ لکھتا ہے کہ مرنا تو دور کی بات ہے اب مسلمان زخم کھانے سے بھی ڈرتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ جو بات خود مسلمان نہیں سمجھ رہے وہ غیر مسلم جان گئے ہیں۔ یہی بات امریکہ کو بھی دلیر کئے ہوئے ہے۔ اہل یورپ کو بھی دلیر کئے ہوئے ہے۔

افریقہ میں امریکہ کا ایک پائلٹ جہاز سے گر کر مرگیا افریقیوں نے اسے پاؤں میں رسی ڈال کر گھسیٹا۔ امریکہ نے اپنی ساری فوج واپس بلالی اور کہا ہم پاکستان کی فوج بھیجیں گے۔ امریکہ نے عراق پر ڈیزرٹ سٹارم کے نام سے جو کچھ کیا اس میں ایک رات' پہلی رات جتنا بارود فائر کیا گیا اس کی مقدار اس بارود سے زیدہ تھی جو دوسری جنگ عظیم میں فائر ہوا تھا 39ء سے لیکر 45ء تک جو عالمی جنگ لڑی گئی اس میں جتنا بارود فائر ہوا اس سے اس بارود کی مقدار زیادہ تھی جو عراق پر پہلی رات کے حملے میں فائر ہوا اور جارج بش نے کہا تھا کہ ہم بغداد تک جائیں گے۔ بغداد تک جانا تو کجا انہوں تو زمین پر پاؤں ہی نہیں رکھا۔ جو ظلم بھی ڈھایا فضا سے ہی ڈھایا۔ موت سے اتنے ڈرتے ہیں کہ زمین پر قدم نہیں رکھا کہ زمین پر قدم رکھا تو مارے جائیں گے۔ اور ہزار برائیاں ہوں گی صدام حسین میں لیکن اس کی ایڈ منسٹریشن اور اس کی اپنے ملک کے ساتھ محبت اور اپنے لوگوں کے ساتھ رشتہ کی اس دور میں مثال نہیں ملتی۔ اس ساری لڑائی کے بعد امریکہ کی ایک سو بیس ہوائی کمپنیاں گراؤنڈ ہو گئیں۔ بڑے بڑے پرانے بنک دیوالیہ ہوگئے۔ بڑے بڑے عظیم سٹور نیلام ہوگئے اور میں نے ان کی نیلامی سے چیزیں خریدیں۔ میں خود وہاں گیا اور ان کی نیلامی سے چیزیں خریدیں۔ ایک عالم بے روزگار ہوگیا جب کہ عراق میں ہزار تکلیفوں کے باوجود اجناس کی کمی نہیں تھی' روزگار کی کمی نہیں تھی' کوئی شخص بھوک سے نہیں مر رہا تھا۔

تو اسلام یہ ہے کہ مسلمان محض اپنے لئے نہ سوچے اپنے لئے ہم مکلف ہیں کہ جو سامنے کام ہے وہ کام کریں یہ سنت اللہ ہے کام کرنے کے ہم مکلف ہیں۔ اس کے نتیجے میں زیادہ نفع آتا ہے یا کم آتا ہے یہ اس کا اختیار ہے' نفع دیتا ہے نقصان دیتا ہے یہ اس کا اختیار ہے۔ جہاں ملازمت وہاں دیانت داری سے اور خلوص سے اپنا کام کریں۔ کسی خوشامد کی ضرورت نہیں ہے کہ خوشامد سے عہدہ مل جائے گا یا کسی کے کہنے پر یا بدمعاشی یا بے ایمانی سے ترقی ملے گی' اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد جو وقت بچتا ہے وہ ہمارا ذاتی وقت ہے۔ اس میں دوسروں کے لئے سوچیں۔ آج اس عالم میں جب کہ خود ہم گمراہ ہو رہے ہیں' ہمارے ارد گرد کے مسلمان تباہی کی طرف جارہے ہیں' ہم مکلف ہیں ان کافروں کو جہنم سے بچانے کے جو اسلام سے ناآشنا ہیں۔ ہماری ذمہ داری تو یہ ہے کہ عالم کفر میں جو لوگ پھنسے ہوئے ہیں ان کی ہدایت کے سامان کریں' ان تک ہدایت کا پیغام پہنچائیں' ان تک بات پہنچائیں۔

نبی ﷺ کے پاس ایک خاتون ایک بچہ لائی اور ان دنوں مٹھائی تو گڑ ہی ہوتا تھا چینی وغیرہ کا تو رواج نہیں تھا اس نے کہا حضرت اسے آپ ﷺ نصیحت فرمادیجئے کہ یہ گڑ نہ کھائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے کل لانا' کل اس سے بات کریں گے۔ تو وہ دوسرے دن لائی تو آپ ﷺ نے اسے صرف یہ کہا کہ بھئی میں تمہیں گڑ کھانے سے تو منع نہیں کرتا لیکن اپنے حصے کا کھاؤ سب کا نہ کھا جایا کرو' کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اتنی سی بات تھی تو آپ ﷺ نے کل اسے توجہ نہیں فرمائی۔ تو فرمایا' یار! میں نے خود بھی گڑ کھایا ہوا تھا تو میں نے کہا میں نے خود تو کھا رکھا ہے تو اس معصوم بچے سے کہوں کہ نہ کھایا کرو تو یہ تو صحیح نہیں ہے۔ اب گڑ کھانا کوئی منع نہیں تھا لیکن حضور ﷺ نے ایک سلیقہ سکھادیا کہ جو تبدیلی دوسروں میں چاہتے ہو وہ اپنے اندر پیدا کرو۔

یہ جو زبانی کہا جاتا ہے اس کا اثر کم ہوتا ہے اور جس پر آپ عمل کرتے ہیں اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اگر آپ وعظ بھی کریں تبلیغ نہ بھی کریں دوسروں کو نہ بھی کہیں لیکن جو آپ کا عمل ہوگا وہ از خود دوسروں تک ایک بات پہنچائے گا۔ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کا طریقہ تبلیغ وعظ کہنے کا ہیں تھا' تقریریں کرنے کا نہیں تھا بلکہ وہ عمل سے بات کو پہنچاتے تھے۔ اب جہاں جہاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہنچے' آپ تاریخ اٹھا کر دکھا دیجئے' اگر کہیں کوئی جلسہ کیا ہو' کہیں کوئی وعظ کی بڑی مجلس سجائی ہو اور لوگوں کو جمع کر کے تبلیغ کی ہو۔ کچھ بھی نہیں' اپنا معمول کا کام کرتے تھے' وہ جہاں پہنچے اگر کاروباری حیثیت سے پہنچے تو کاروبار میں ایک ایسا معیار قائم کر دیا کہ لوگوں نے کہا ایسا ہونا چاہئے' ذاتی کردار ایسا ہوتا تھا۔ لوگوں سے میل ملاقات لوگوں سے لین دین' لوگوں سے معاملات ہر شعبہ زندگی میں وہ منفرد ہوتے تھے۔ پھر لوگوں کو ان کا وہ انداز ایسا بھاتا تھا کہ وہ اسلام قبول کرتے چلے جاتے۔ قرآن نے جو ارشاد فرمایا۔ واقیموا الصلوہ ہم نے تو اس کا ترجمہ کر لیا کہ نماز پڑھا کرو یہ صحیح نہیں ہے اس کا ترجمہ ہے نماز قائم کرو۔ قیام کیا ہوتا ہے کسی چیز کو قائم کرنا کیا ہوتا ہے اس کا پھیلاؤ اس کی تحریک بنا دینا کہ اس کی ایک موومنٹ بن جائے اس میں بے شمار لوگ آجائیں۔ اقامت یہ ہوتی ہے کہ آپ ایک کام کو ایک تحریک کی صورت میں دے دیں۔ یعنی آپ نماز اس حسن و خوبی سے ادا کریں' آپ نماز اس پابندی سے ادا کریں' آپ نماز اس صبر و سکون سے ادا کریں کہ جو دیکھے اس کا بھی جی چاہے کہ یہ کام کرنا چاہئے اور یوں اقامت صلوٰۃ نماز قائم ہوتی جائے ایک موومنٹ بنتی جائے ایک تحریک بنتی جائے۔

یہاں اگلے دن ایک آدمی آگیا یہی آپ کے اس اجتماع میں چند دن ہوئے تو کھرا آدمی تھا گناہگار ہونا الگ بات ہے مجھے انہوں نے اطلاع دی میری طبیعت خراب تھی میں نے کہا بھیج دو میں دفتر آتا ہوں تو وہ باہر سے وضو کر کے اندر آیا۔ نماز کا وقت ہو گیا جماعت کھڑی ہو گئی میں نے بھی نماز پڑھی اس نے بھی میرے ساتھ پڑھی میں نے کہا یہیں پڑھ لو اس نے پڑھ لی تو نماز کے بعد مجھے کہنے لگا میں نے آج اتنے عرصے کے بعد نماز پڑھی ہے کہ مجھے یاد کرنا پڑی اور یہ عجیب بات ہے مجھے یاد آتی گئی۔ میں جب وضو کرنے بیٹھا تو یہ جو ساتھ بندہ ہے میں نے اسے کہا تھا کہ مجھے یاد نہیں ہے جہاں سے میں غلطی کروں مجھے بتانا۔ لیکن میں نے غلطی نہیں کی' میں نے وضو کر لیا۔ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ یہاں آپ اس طرح کے نمازی تھے کہ ایک ایسا فرد آیا جسے نماز بھول چکی ہے یعنی زندگی میں اس کی چالیس پینتالیس سال پچاس سال عمر ہے تو اسے اب یاد ہی نہیں کہ نماز کے الفاظ کیا ہیں اسے کسی نے کہا نہیں کہ تجھے نماز پڑھنا ہے نہ پڑھتا تو کسی نے پوچھنا نہیں تھا کہ کیوں نہیں پڑھی؟ نہ بتاتا تو ہمیں علم نہیں تھا کہ اس نے کیسے پڑھی لیکن کھرا آدمی تھا۔ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ ماحول کو دیکھ کر ایسے بندے کو بھی نماز ادا کرنے کا خیال آگیا جسے بھول چکی تھی' یہ اقامت صلوٰۃ ہے۔ نہ اپ نے اسے کہا نہ میں نے اسے کہا نہ کسی نے اسے کہا' اس کے اپنے دل میں بات آئی کہ اتنے لوگ سارے ہی پڑھیں گے میں اکیلا بیٹھا رہوں گا' مجھے بھی پڑھنی چاہئے اور پہلی دفعہ اس نے کہا کہ سمجھ آئی ہے کہ واقعی نماز پڑھنی چاہئے' اس کے پڑھنے سے کچھ ملتا ہے۔ اب شاید وہ ساری عمر نہ چھوڑے یہاں تو ایک پڑھ کر چلا گیا لیکن جس کو اتنی تحریک ہوئی کہ جو پوری زندگی میں چھوڑ چکا تھا' جسے عبارت تک یاد نہیں تھی اگر اس میں اتنا جذبہ آیا کہ اس نے پڑھی تو اب انشاء اللہ چھوڑے گا بھی نہیں۔ یہ ہوتی ہے اقامت صلوٰۃ کہ آپ اپنے کردار سے' اپنے ارد گرد کے ماحول کو ایسا کر دیں کہ بغیر کہے سنے بھی اگلا متاثر ہوتا چلا جائے۔ سب سے زیادہ طاقتور جو زبان ہوتی ہے اسے آج کی اصطلاع میں باڈی لینگوئج کہتے ہیں' جسموں کی زبان۔ آپ جو کچھ سوچتے ہیں کسی کے لئے' اسی وقت آپ کے جسم سے ایسی شعاعیں خارج ہوتی ہیں جنہیں اس کا جسم' اس کا وجود' اس کا دل وصول کرتا ہے۔ اور اس کا رد عمل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا آپ سوچ رہے ہوں۔ آپ نے دیکھا کتنے لوگوں کو ہم دل سے اچھا نہیں جانتے بظاہر ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ وہ بھی ہمیں دل سے اچھا نہیں جانتے جنہیں ہم دل سے اچھا جانتے۔ والدین بچے سے محبت کرتے ہیں وہ بچے کو ماریں گے بھی' وہ روئے گا پیٹے گا' لیکن اس کی محبت میں کمی نہیں آئے گی۔ مار کھا کے کیوں محبت کرتا ہے' اسے پتہ ہے ماں مجھ سے محبت کرتی ہے۔ یہ ہوتی ہے دلوں کی دلوں سے بات چیت۔ چونکہ دل سے تو یہ لوگ واقف نہیں ہیں تو پھر انہوں نے اپنی اس نفسیات میں اس کا نام باڈی لینگوئج رکھ دیا کہ جسم کی جسم سے گفتگو ہوتی ہے حالانکہ ہوتی دل کی دل سے ہے لیکن دل تک تو چونکہ ان کی رسائی نہیں ہے۔ تو بہرحال تبلیغ کا جو سب سے موثر طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ دوسرے کے لئے اپنے دل میں کیا رکھتے ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آج ہماری تبلیغ کیوں غیر موثر ہے؟ ہم دراصل دوسروں کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جو کچھ بات کرتے ہیں اس لئے کرتے ہیں کہ مخاطب کی رائے غلط ثابت ہو جائے اور میری رائے ہے وہ صحیح ثابت ہو جائے تو پھر اس کا جو اثر آپ کے باڈی لینگویج سے اگلے پہ جاتا ہے تو اس کے دل میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جو میں ہوں وہ سچ ثابت ہونا چاہئے' جو یہ کہہ رہا ہے اسے غلط ثابت ہونا چاہئے لہٰذا اس تبلیغ کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ہم یہ جذبہ لے کر' یہ سوچ لے کر' اسے نہ بھی ہیں صرف ملاقات ہی رکھیں کسی سے اور ہمارے دل میں یہ آرزو خلوص کے ساتھ ہو کہ اللہ کرے اسے بھی یہ نعمت نصیب ہو جائے اسے بھی اللہ سے محبت ہو جائے اور اسے بھی ہدایت نصیب ہو جائے تو شاید بغیر الفاظ و حروف کے وہ متاثر ہونا شروع کردے۔ الحمد للہ! ہم نے پچیس برس حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی سے آپؒ نے کہا ہو کہ داڑھی رکھ لو' جب وہ جماعت میں آجاتا تو پھر تو تربیت کا ایک حصہ بن جاتا ہے جو شخصی بیعت کرلیتا ہے' سلسلے میں آجاتا ہے' اس سے بات کرنا کہ اعمل اس طرح سے کرو یہ کام کرو یہ کرو یہ تو تربیت کا حصہ بن جاتا ہے لیکن کسی نووارد سے' کسی ملاقاتی سے' کسی ایسے فرد سے جو بیعت نہیں ہے' سلسلے میں نہیں ہے' حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی نہیں کیا تھا کہ یہ کرو' وہ کرو۔ از خود لوگ بدلتے چلے جاتے تھے' اپنے آپ تبدیلی ہو جاتے تھے' اپنے آپ جماعت میں بھی آجاتے تھے' اپنے آپ اللہ اللہ بھی شروع کردیتے تھے۔ اس لئے کہ حضرتؒ کے دل کی گہرائی میں دوسروں کے لئے جذبہ خیر ہوتا تھا' محبت ہوتی تھی' ایک درد دل ہوتا تھا جو نبی علیہ الصلوۃ کی خصوصی فضیلت ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا ما انزلنا القرآن لتشقی۔ ہم نے قرآن آپ ﷺ پر اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ ﷺ اپنی جان کو مصیبت میں ڈال لیں۔ آپ ﷺ ان کے لئے اتنے دکھی نہ ہوں کہ آپ ﷺ کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے اور یہ دکھ ان لوگوں کے لئے ہوتا تھا جو کفر میں ہیں۔ یعنی شان کرم کا یہ عالم تھا کہ مخالف کافر ہیں' انکار کئے جارہے ہیں اور آپ ﷺ ان کے لئے دکھی ہیں کہ بھئی یہ میری بعثت کے بعد بھی اگر جہنم میں جائیں تو یہ کتنی بدنصیبی ہے۔ کاش یہ سنبھل جائیں۔ کاش یہ ایمان لے آئیں۔ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے جنگل میں آگ جلائی ہو اور بے شمار پروانے اس میں گرتے ہوں اور وہ انہیں ایک ایک کو لپک لپک کر بچا رہا ہو۔ تو وہ کسی نے خوب کہا تھا کہ

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

کہ دوستوں کو وہاں محروم ہونے کا خطرہ ہے جہاں سے دشمنوں پر بھی کرم کی بارش ہوتی ہے۔

تو اس ساری محنت اور مجاہدے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نبی ﷺ کے اوصاف جلیلہ میں سے کوئی ذرہ کوئی شہ کوئی قطرہ عطا کردے زندگی کے کسی شعبہ حیات میں ہم کام کرتے ہیں اس میں کوئی رنگ اخلاق کریمانہ نبی ﷺ کا آجائے۔ ہمارا مقصد ریاست و سلطنت نہیں ہے' ہمارا مقصد کسی پر دھونس جمانا نہیں ہے' ہمارا مقصد حصول زر اور دولت کمانا نہیں ہے۔ دولت اکٹھی کرنے کے بھی بہت سے ذرائع ہیں۔ UNFAIR MEANS سے' غیر قانونی ذرائع سے جتنی دولت جمع ہوتی ہے' قانونی ذرائع سے اتنی نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک معاشیات کا اصول ہے کہ اگر آپ دولت کو بڑھانا ہی چاہتے ہیں تو جو غیر اخلاقی' غیر قانونی جنہیں UNFAIR MEANS کہا جاتا ہے دولت ان سے بڑھتی ہے۔ جائز ذرائع سے دولت اربوں میں جمع نہیں ہوتی چونکہ جائز ذرائع میں ایک طریقہ ہوتا ہے کہ دولت کی مساویانہ تقسیم ہو دوسروں تک بھی جائے تو جب تک آپ دوسروں کے حقوق روکتے نہیں ہیں۔ چھینتے نہیں ہیں' اس میں غیر اخلاقی یا غیر قانونی طور پر آپ عمل دخل نہیں کرتے تب تک وہ ایک جگہ رکتی نہیں ہے۔ تو ارتکاز دولت اسی لئے حرام ہے کہ اس سے دوسروں کے حقوق چھینے جاتے ہیں تو اگر دولت جمع کرنا ہو تو اس کے لئے قرآن کریم کا یا دین کا سہارا لینا یا اللہ' اللہ کا سہارا لینے والا بدترین انسان ہے اور اس کے لئے قرآن میں بدترین وعیدیں آئی ہیں۔ کم از کم دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ نہ بنایا جائے وہ ہمارا مقصد نہیں ہے۔

ہمارا مقصد اور ذمہ داری تو یہ ہے کہ دنیا کے ہر انسان تک نبی ﷺ کا محبت

www.naqshbandiaowaisiah.com

بھرا پیغام پہنچائیں۔ اگر ہم یہ نہیں کر سکتے تو کم از کم مسلمانوں کو تو احساس دلا سکیں' انہیں تو یاد دلا سکیں' مسلم دنیا سے تو کہہ سکیں کہ تم مسلمان ہو اگر دوسروں کو نہیں سنبھال سکتے تو اپنے آپ کو تو سنبھالو اور یہ ایک بہت بڑا کٹھن کام ہے۔ ہماری واحد جماعت ہے جو آج بھی حکمرانوں سے یہ کہتی ہے کہ خدا کے لئے مسلمانوں کو کافرانہ نظام سے نجات دلاؤ ہم تمہارے سپاہی ہیں لیکن ہم یہ بھی برملا کہتے ہیں کہ اگر حکومت کی' سیاست دانوں کی' برسراقتدار طبقے کی یہی کوشش رہی کہ مسلمانوں پر کفر ہی مسلط رہے تو ہمیں جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو لگائیں گے انشاء اللہ۔ اس کافرانہ نظام کو ہم قبول نہیں کریں گے اور انشاء اللہ آئندہ نسلوں کو یہ کافرانہ نظام دے کر نہیں جائیں گے۔ ہماری کوئی بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے یہ میں نے اس دن خفیہ پولیس کا آئی جی مجھ سے ملنے آیا تو میں نے اسے کہا کہ اپنے بندوں سے کہا کریں انہیں جو اطلاع چاہئے میرے دفتر میں آجائیں ہمارے کسی دفتر میں چلے جائیں جو بات پوچھنا ہو پوچھ لیں ہماری زیر زمین کوئی تحریک نہیں' کیوں ایجنسیاں خراب ہوتی رہتی ہیں۔ سادہ سی بات ہم کہتے ہیں کہ اسلام نافذ کرو' نہیں کرو گے تو ہمارا تمہارا ٹکراؤ ہوگا اور ایسا ہوگا جو تاریخ میں صدیوں یاد رہے گا۔ ہمیں ہی مٹانا پڑا تو ہم کفر کو اسی طرح مٹائیں گے جس طرح بدر و احد میں مٹایا گیا تھا۔ چونکہ ہمیں بہر حال سنت خیرالانام ﷺ پہ چلنا ہے تو ہم اس میں کسی غلط فہمی' کسی مغالطے کی کوئی بات نہیں رکھتے' کسی سے چھپا کر کچھ نہیں رکھتے۔ یہ ہمارا حق ہے اگر مسلمان اسلامی نظام کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا تو پھر اس کے پاس بچتا کیا ہے' دنیا کے کس ملک میں آپ اسلام کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اگر اسلام نماز پڑھنے کا نام ہے تو نماز سے دنیا کا کون سا ملک روکتا ہے۔ جاپان سے لے کر امریکہ تک کوئی ملک نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ میں نے ہر ملک میں نمازیں پڑھی ہیں۔ میں اسرائیل نہیں گیا ہوں لیکن اسرائیل میں بھی تو نمازیں پڑھی جارہی ہیں۔ بدترین دشمن تو یہودی ہے نا' نماز سے' روزے سے' حج سے' زکوۃ سے' کس سے بات سے روکتا ہے؟ نہیں روکتا۔ دنیائے کفر صرف اسلام کے نظام کو قبول نہیں کرتی۔ امریکہ میں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں' یورپ میں پڑھتے ہیں' فار ایسٹ میں پڑھتے ہیں' چین میں' روس میں پڑھتے ہیں' سارے ممالک میں' دنیا میں' نمازیں' روزے' حج' زکوۃ سے کوئی نہیں روکتا لیکن کیا امریکہ میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے مقدمے کا فیصلہ شرعی طریقے سے کیا جائے؟ کسی دنیا کے کافر ملک میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہمارے معاملات شریعت محمدی ﷺ کے مطابق طے کئے جائیں اور اگر وہی حالت پاکستان میں بھی ہو کہ جی آپ نماز روزہ کر سکتے ہیں لیکن فیصلے تو کافرانہ نظام ہی کرے گا تو پھر تف ہے ہماری زندگی پر' پھر کس لئے ملک حاصل کیا اور لاکھوں جانوں کی قربانی دی۔ نصف صدی سے ہم ذلیل اور رسوا ہو رہے ہیں کیا چند خاندانوں کو بادشاہ بنانے کے لئے ملک بنا تھا؟ ہرگز نہیں۔ ہم دین کا کام کر رہے ہیں یہ مت سمجھیں کہ ہم سیاست کر رہے ہیں اسے دین سمجھ کر کر رہے ہیں' نفاذ اسلام ہمارے دین کا تقاضا ہے۔ ہم پر بحیثیت مسلمان فرض عین ہے۔ یہ فرض کفایہ ان مسلمانوں کے لئے ہوتا جہاں اسلام نافذ ہوتا تاکہ ان ممالک میں جہاں مسلمان کمزور ہیں اسلام کو نافذ کرنے کی جدوجہد میں ان کی مدد کریں اور فرض کفایہ والا مسلمان آج دنیا میں نہیں ہے کیونکہ کسی ملک میں اسلام نافذ نہیں ہے۔ لہٰذا ہر ملک کے مسلمان پر فرض عین ہے کہ وہ اسلامی نظام کے لئے جہاد کرے اور اسلام نافذ کرے چونکہ ہمارا اپنا حال یہ ہے کہ ہم کافرانہ نظام میں خود پھنسے ہوئے ہیں...... او یہ بدمعاشی ہے حکمرانوں کی' سیاست دانوں کی کہ اسلامی تنظیموں کو جہاد کشمیر پہ لگا دیا' افغانستان بھیج دیا' الجزائر بھیج دیا۔ الجزائر میں لڑنا الجزائر والوں کا کام ہے' ہم پر فرض کفایہ ہے۔ افغانستان میں لڑنا' افغانستان والوں کا کام ہے' ہم پر فرض کفایہ ہے کہ ان کی مدد کریں' فرض عین نہیں ہے۔ کشمیر کے لئے لڑنا ہم پر فرض کفایہ ہے کہ اگر فرصت ہو تو یہاں سے فارغ ہوں تو وہاں مسلمانوں کی مدد کریں۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے لڑنا یہ ہم پر فرض عین ہے۔ علماء تشریف رکھتے ہیں پوچھ لیں' علماء مشورہ کرلیں' علماء سے پوچھ لیں' کسی عالم سے' جماعت سے باہر جاکر پوچھ لیں' جب خود آدمی کفر کے پنجے میں جکڑا ہوا ہو تو کفر کا قبضہ چھڑانا فرض عین ہے۔ اور اگر پاکستان پر اسلام نافذ ہو جائے تو کافرانہ نظام سے دوسرے مسلمانوں کی جان چھڑانا جو قریب ہیں فرض ہو جائے گا۔ تو یوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

بڑھتا چلا جائے گا کہ سارے عالم اسلام پہ اسلام نافذ ہو اور جب عالم اسلام پہ ہو تو پھر فرض عین ہو گا کہ کفر کی طاقت کو دنیا سے توڑا جائے اور دنیائے انسانیت کو کفر سے رہائی دلائی جائے تاکہ وہ آزادانہ سوچ سکیں کہ انہیں مسلمان ہونا ہے یا کافر۔ اگر کافر بھی رہیں تو ان پر نظام اسلام کا نفاذ فرض عین ہے اور انہیں حقوق انسانی پہنچانا یہ مسلمان کا فریضہ ہے۔ یہی بات قرآن نے فرمائی ہے کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تم بہترین امت ہو اس لئے کہ تم دوسروں کے لئے پیدا کئے گئے ہو اپنی فکر کے لئے نہیں تم فکر جہاں کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ اللہ کریم ہمیں یہ توفیق دے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کرلے جو یہ انقلاب بپا کریں گے۔ یہ انقلاب آئے گا اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کا وقت آگیا ہے' یہ آئے گا' اس ملک پہ اسلام نافذ ہوگا' برصغیر سارا فتح ہوگا اور پھر روئے زمین پر اسلام کی سربلندی کا آغاز ہوگا۔ یہ انقلاب دستک دے رہا ہے اور اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ دعا یہ کیا کرو صبح و شام' میں بھی کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں ان لوگوں میں قبول فرمالے جو اس انقلاب کی بنیاد فراہم کریں چونکہ یہ تو حضور ﷺ کی پیش گوئیوں میں ہے اور آپ ﷺ اصدق الصادقین ہیں آپ ﷺ نے جو فرمایا وہ ہو کر رہا اور آئندہ کے لئے فرمایا وہ حرف بحرف ہو کر رہے گا چونکہ یاینطق عن الھوی ان ھوا الا وحی یوحی آپ ﷺ ترجمانی فرمایا کرتے تھے ارشادات باری کی آپ ﷺ کا کلام محض آپ ﷺ کا کلام نہیں ہوتا تھا آپ ﷺ کے ارشادات محض آپ ﷺ کے ارشادات نہیں ہوتے تھے بات اللہ کی ہوتی تھی زبان محمد ﷺ کی ہوتی تھی۔

اللہ کریم آپ سب کو دردِ دل عطا کرے' جرات رندانہ دے اور دعا کیا کرو میں بھی کرتا ہوں ہمیشہ کہ اللہ ہمیں یہ انقلاب اور اسلام کا نفاذ دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ برزخ میں کسی نے بتایا بھی تو خاک مزا آئے گا۔ یہاں اسے دیکھیں برتیں اور اسلامی نظام میں جان دیں' اسلامی نظام میں جنازہ ہو' دفن ہوں' پیوند خاک ہوں' یہ زندگی کی منزل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسے ہمیشہ زندہ نہیں رہنا' کسے خبر نہیں ہے کہ اسے پیوند خاک ہونا ہے لیکن پیوند خاک ہونے کے بھی انداز ہیں۔ خدا ذلت کی موت سے بچا دے' نامرادی کی موت سے محفوظ رکھے اور شہادت کی موت نصیب کرے۔ شہید سرمیدان جو ہوتا ہے اسے تو سب جانتے ہیں کہ یہ شہید ہے' کتنے شہید ایسے ہوتے ہیں جو گولی یا تلوار کے بغیر شہید ہوجاتے ہیں یا راہ حق میں کام کرتے کرتے کام آجاتے ہیں' شہادت ان کی بھی ویسے ہی ہوتی ہے اللہ کے نزدیک جو خلوص کے ساتھ احقاق حق کے لئے' دین کے لئے' اللہ کے نظام کی سربلندی کے لئے' سوچتے' فکر کرتے' کام کرتے' اپنی جان مال صرف کرتے کرتے گزر جاتے ہیں وہ بھی شہید ہوتے ہیں۔

تو بہرحال اللہ سے شہادت طلب کرو کہ یہ موت سے بالاتر ہے موت کو شکست دے دیتی ہے۔ خوب دل لگا کر محنت کرو کہ پھر اجتماع سال بعد ہوتا ہے اور سال بڑا لمبا ہوتا ہے۔ یہاں تو لمحوں کی خبر نہیں ہوتی اور سال بڑا لمبا عرصہ ہوتا ہے۔ جسے اجتماع میں حاضری نصیب ہو کم از کم ایسی خوشبو لے کر جائے ایسا خلوص لے کر جائے ایسا درد دل لے کر جائے کہ جہاں جائے وہاں بھی کسی کو متاثر کر سکے۔ ایک ایسا شعلہ ایک ایسی آگ دل میں پنہاں ہو جو دلوں کو روشنی کرتی چلی جائے۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

بقیہ۔ پتھر کے گولے سے ایٹم بم تک

صلیبی جنگوں میں بھی عیسائی (باز نطینی) بحریہ نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ بارہویں صدی کے اختتام تک صلیبی معرکوں میں حصہ لینے والی افواج کو سمندر ہی کے راستے بحری جہازوں پر سوار کرا کر فلسطین اور شام و مصر میں بھیجا تھا۔ ان صلیبی افواج کی لاجسٹک (نصرامی) سپورٹ بھی بحری جہازوں ہی کے ذریعے جنگ کی تاثر کی شدت دیکھنی ہو تو وہ ایک غیر مسلم ماہر حرب و ضرب کے اس قول کو غور سے پڑھ کر کف افسوس مل سکتا ہے۔ اس نے لکھا تھا "اگر گیارہویں صدی عیسوی میں بحرہ روم سے مسلمانوں کی بحری قوت کو بے دخل نہ کر دیا جاتا تو صلیبی جنگوں کے علاوہ کسی بھی جنگ میں عیسائیوں کی معمولی کامیابی بھی ناممکن تھی!!"

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی اختر محمود صاحب (لاہور) ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پاگئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نماز پڑھو' پیشتر اس کے کہ.........؟

عطاء الحق قاسمی ملک کے معروف کالم نگار اور ادیب ہیں' انہوں نے زیادہ تر طنز و مزاح کے حوالے سے لکھا ہے۔ لیکن دوسرے موضوعات پر بھی ان کا قلم خوب چلتا ہے۔ زیر نظر تحریر میں انہوں نے مسلمانوں کے عبادات کے تصور پر ہلکے پھلکے انداز میں بات کی ہے' امید ہے قارئین پسند فرمائیں گے۔

آج بیٹھے بٹھائے ایک الٹا سوال ذہن میں آیا ہے جس کا جواب علمائے کرام ہی دے سکتے ہیں!

گذشتہ چند برسوں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع کے شرکاء میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اب یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ حج کے بعد اپنے شرکاء کی تعداد کے لحاظ سے اسے مسلمانوں کا دوسرا بڑا اجتماع قرار دیا جا سکتا ہے' اس اجتماع کے آخری دن ہونے والی دعا میں لاکھوں دوسرے مسلمانوں کی علاوہ صاحبان اقتدار اور سیاستدان بھی شریک ہوتے ہیں اس طرح جماعت اسلامی' عوامی تحریک' سبز پگڑیوں والی دعوت اسلامی' مالاکنڈ میں صوفی محمد' اور لشکر طیبہ کے لاکھوں اجتماع میرے اس دعوے کا ثبوت ہیں کہ ہم پاکستانیوں کا رجحان مذہب کی طرف دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے ہر سال عمرے کیلئے جانے والوں کی تعداد میں بہت نمایاں اضافہ ہو گیا ہے رمضان المبارک کے مہینے میں مسجدیں لبالب بھری ہوتی ہیں' تراویح اور شبینہ میں لوگ ساری ساری رات خدا کی عبادت کرتے ہیں اور گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ ان کے علاوہ پاکستان کی ماڈرن کلاس بھی انگریزی اصطلاحات کا لبادہ اوڑھ کر ہی سہی' تصوف اور مراقبوں وغیرہ کی طرف مائل ہو رہی ہے' پیری مریدی اور تعویز گنڈوں کا سلسلہ بھی پہلے سے کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔

ان امور کے علاوہ ایک اور چیز جو دیکھنے میں آئی ہے' وہ یہ کہ میرا جو کوئی دوست مجھے چند برسوں بعد ملتا ہے اس کے چہرے پر لمبی داڑھی ہوتی ہے۔ مونچھیں منڈی ہوتی ہیں' شلوار ٹخنوں سے اونچی ہوتی ہے اور سامنے والی جیب میں سے مسواک جھانک رہی ہوتی ہے۔ جو دوست اس حلیئے میں نظر نہیں آتے ان میں سے بھی بیشتر اندر سے بدل چکے ہوتے ہیں اور ان کی زندگیوں میں نماز روزے کی پابندی شامل ہو چکی ہوتی ہے۔

میں نے اوپر کی سطور میں جن لوگوں کا احوال بیان کیا ہے ان کا تعلق کسی ایک طبقے سے نہیں بلکہ تمام طبقوں سے ہے چنانچہ ان میں تاجر' سیاستدان' جرنیل' صاحبان اقتدار' پروفیسر' وکیل' جج' افسر' کلرک' چپڑاسی' معمولی دکاندار' سبھی لوگ شامل ہیں۔

لیکن جو سوال میرے ذہن میں کلبلا رہا ہے وہ یہ ہے کہ مذہب کی طرف رجحان کا یہ عمل مرحوم ضیاء الحق کے دور سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد کے ادوار سے ہوتا ہوا آج اپنے عروج پر پہنچا نظر آتا ہے' مگر کرپشن کا عمل بھی اس تبدیلی کے شانہ بشانہ مرحوم ضیاء الحق کے دور ہی سے شروع ہوتا ہے اور آج یہ اپنے تکمیلی مراحل میں ہے جو لوگ مذہب کی طرف راغب ہو رہے ہیں' ان کی ایک بڑی تعداد کی زندگیوں میں سوائے عبادات اور حلیئے کے کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ جو ظالم صنعتکار ہے' اس کا اپنے مزدوروں کے ساتھ رویہ ظالمانہ ہی رہتا ہے' راشی افسر رشوت لینا بند نہیں کرتا' مزدور اپنا فرض دیانتداری سے ادا نہیں کرتا' سیاستدان جن میں مذہبی غیر مذہبی ہر طرح کے سیاستدان بھی شامل ہیں۔ دھوکہ دہی کی سیاست جاری رکھتے ہیں۔ صاحبان اقتدار

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے حلقے بقول اقبال کی طریق کوہکن میں بھی پرویزی ہی رہتے ہیں وکیل، جج، پروفیسر سبھی اپنی اپنی ڈگر پہ چلتے رہتے ہیں۔ آخر مذہب کی یہ کون سی شکل ہے جو ہمارے ہاں پروان چڑھ رہی ہے جس میں عبادت مسجد تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ جبکہ مسجد صرف سجدہ گاہ ہے' اس کے باہر ساری دنیا عبادت گاہ کا درجہ رکھتی ہے۔ کیا ہم نے کہیں یہ تب نہیں سمجھ لیا کہ خدا ہماری نماز' دعا اور روزہ کا محتاج ہے اور اسے ہمارے باقی اعمال سے کوئی سروکار نہیں؟ یا کہیں ہم رشوت لینے اور رشوت دینے کے اتنے عادی تو نہیں ہوئے کہ خدا کو بھی (نعوذ باللہ) اپنی سطح پر لانے کی کوشش میں لگے ہیں؟ یا کہیں ہمارا مجرم ضمیر اپنے بچاؤ کیلئے مذہب کی بجائے مذہب کے شارٹ کٹ کی طرف تو نہیں لے جارہا؟ دین اسلام تو نفس کی قربانی مانگتا ہے جو سب سے مشکل کام ہے۔

یہ شہادت کہ رفعت میں قدم رکھنا
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

نماز صرف پڑھنے کی چیز نہیں' نماز قائم کرنے کیلئے ہے۔ مجھے علماء سے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کیا امت نمازوں کی طرف جارہی ہے یا اس کی سمت نماز قائم کرنے کی جانب ہے' مگر اس کا جواب بھی صرف وہی علماء دے سکتے ہیں۔ جو اس فرق کو صرف سمجھتے ہی نہیں' ان کی اپنی زندگیاں بھی اس فرق واضح ثبوت فراہم کرتی ہیں!

میں نے شہر کے مختلف مقامات پر یہ تحریر جلی لفظوں میں درج دیکھی ہے "نماز پڑھو" پیشتر اس کے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے۔ کیا اس تحریر میں نماز پڑھو کو "نماز قائم کرو" کے الفاظ میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا؟ تبدیل کیا جاسکتا ہے مگر اس پر عمل کے نتیجے میں جو تبدیلی واقع ہو گی وہ مذہب کے نام پر استحصالی اور لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کو راس نہیں آئے گی' چنانچہ "نماز پڑھو اس سے پہلے کی تمہاری نماز پڑھی جائے' والا سلوگن ہی ٹھیک ہے' حالانکہ اگر خدانخواستہ ہماری نماز پڑھی گئی تو اس کا سبب نماز قائم کرنے کی بجائے صرف نمازیں پڑھنے پر اکتفا کرنے کا رویہ ہی بنے گا!

خوشخبری

حضرت جی مدظلہ العالی کی شاعری کی کتب

"کون سی ایسی بات ہوئی"

قیمت 75 روپے

"سوچ سمندر"

قیمت 100 روپے

اور اس کے علاوہ انگریزی کتاب

The Fount of Modren Civilization

کا اردو ترجمہ

اسلام: جدید تہذیب کا سرچشمہ

قیمت 100 روپے

شائع ہو چکے ہیں

اویسیہ کتب خانہ - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ

ٹاؤن شپ لاہور

www.naqshbandiaowaisiah.com

پتھر کے گولے سے ایٹم بم تک

تحریر۔ نواز خاں ترین (قسط 1)

دو سو برسوں پر پھیلا ہوا یہ دور کئی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ لوگ اگرچہ شستگی اور شائستگی کے مفہوم سے آشنا ہو چکے تھے، پھر بھی بہت سی لڑائیوں میں وحشت اور بربریت کا دور دورہ رہا۔ عسکری علوم و فنون نے بھی ایک حد تک ترقی کی اور مغربی یورپ اور خاص طور پر مسلمانوں نے اس میدان میں نمایاں پیش رفت کی۔

اس دور میں بہت سے ایسے فوجی سپہ سالار منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے جن کی نظیر آج تک نہ مل سکی۔ سلطان محمود غزنوی، صلاح الدین ایوب، الپ ارسلاں، رچرڈ شیر دل، ایلیکسی الیس (ALEXIUS) اور رابرٹ گسکارڈ اس عہد کے نامور جرنیل اور فرمانرو شمار کئے جاتے ہیں۔

اس عہد میں چار ایسی پیش رفت ہوئیں جنہیں تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اول مسلم ترکوں کی بحرہ اسود اور بحیرہ کیپسین کی طرف پیش قدمی تھی۔ عیسائیوں کی باز نطینی سلطنت نے اگرچہ یورپ کی طرف ترکوں کی پیش قدمی کے سامنے ایک حد تک بند باندھا لیکن وہ جنوب کی طرف ایسا کرنے سے قاصر رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترک مشرق وسطی کے سارے کے سارے افق پر چھا گئے۔ صلیبوں نے اگرچہ اس لہر کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ سیلاب بلاخیز کسی کے روکنے سے نہ رکا اور اس عہد کے خاتمے تک جاری و ساری رہا۔ (اٹلی اور بحرہ روم کے ارد گرد پھیلی ہوئی عیسائی سلطنت کو تاریخ میں باز نطینی سلطنت کا نام دیا جاتا ہے جبکہ صلیبی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو عیسائی مذہب کے تحفظ اور بچاؤں کے لئے سر پر کفن باندھ کر مسلمانوں کے خلاف میدان ہائے کارزار میں اترے۔ ان کی مزید تفصیل ہم بعد میں بیان کریں گے)

دوسری پیش رفت پہلی ہی کا تتمہ کہی جاسکتی ہے۔ اسے باز نطینی سلطنت کے زوال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اگرچہ باز نطینی ایمپائر کا کروفر گہنا چکا تھا اور وہ اپنی آخری ہچکی لے رہی تھی، پھر بھی قسطنطنیہ پر اسی کا قبضہ برقرار رہا۔ مسلمانوں نے بڑی کوششیں کی کہ یہاں سے عیسائیوں کو نکال دیا جائے لیکن وہ آنے والی کئی صدیوں میں ایسا نہ کر سکے۔ منزی کرت (MENZIKERT) کی مشہور لڑائی میں الپ ارسلان کے ہاتھوں عیسائیوں کو جو شکست فاش ہوئی، اس نے باز نطینی زوال پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

تیسری پیش رفت یورپ کی عیسائی بادشاہتوں میں ارتکاز اختیارات کا رجحان تھا۔ انگلستان، فرانس، جرمنی، سپین اور پولینڈ میں شاہی اختیارات بادشاہ کی ذات میں مرتکز ہوگئے تھے۔

چوتھی پیش رفت جو عسکری، مذہبی اور ثقافتی لیول پر بہت نمایاں اور واضح ہو کر سامنے آئی، وہ صلیبی روایت تھی۔

ہتھیار

اس دو صد سالہ دور میں صرف دو ہتھیاروں کا ارتقاء دیکھنے کو ملتا ہے۔ ایک کو تاریخ میں کراس بو (Cross bow) اور دوسرے کو قراولی یا نیمچہ کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے (Scimiter) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کراس بو درحقیقت تیر کمان ہی کی ایک بہتر شکل تھی۔ کمان پر چلہ چڑھا کر جو تیز اندازی کی جاتی تھی وہ شرح فائر کے اعتبار سے اگرچہ بہت اچھی تھی، لیکن اس کی رینج بھی کم تھی اور تاثیر بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ تیر جتنا ہلکا ہوتا اتنا ہی دور جاتا لیکن رینج بڑھ جانے سے "فائر" کارگر نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ تیر اندازی سے دشمن کی اموات کم ہوتی تھیں۔ اور چونکہ سپاہ سرتاپا غرق آہن ہو کر لڑائی تھی اس لئے گھڑ سواروں اور انفنٹری پر تیروں کی بارش کے باوجود کوئی موثر نتیجہ نہیں نکلتا تھا۔ دست بدست لڑائی کی ضرورت پڑتی تھی اور فیصلہ ڈھال اور تلوار پر ہی ہوتا تھا۔

اس کمزوری کا علاج یہ نکالا گیا کہ کمان کو لوہے کی دو سلاخوں کے درمیان فٹ کرکے اس پر تیر چڑھانے کے لئے ایک پھرکی (پلی) استعمال کی جاتی تھی اور جب کمان پوری کھینچ جاتی تو ایک بولٹ کے ذریعے تیر کو روک دیا

جاتا۔ یہ گویا کسی رائفل کو لوڈ کرنے کے عمل سے ملتا جلتا عمل تھا۔ اس چلہ چڑھی کمان کو جب نشانہ لے کر فائر کیا جاتا تو اس کی رینج اور رفتار بھی زیادہ ہوتی اور اس کی تاثر بھی کارگر ہوتی۔ اس کا نشانہ بھی روایتی تیر کمان سے کہیں زیادہ درست (ACCURATE) ہوتا۔ اس ہتھیار کا نام کراس بو رکھا گیا..... کہا جاتا ہے کہ اسے سب سے پہلے چین میں ایجاد کیا گیا۔ بعد میں اسے روسیوں نے اپنی فوج میں رواج دیا تاہم بہت جلد اسے ترک کردیا گیا اور پھر گیارہویں صدی عیسوی میں اس کا از سر نو احیاء ہوا۔

مغربی یورپ میں اس کراس بو پر مزید تجربات کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ اگر اس سے بھاگتے گھوڑے کی پیٹھ پر سے فائر کیا جائے تو نشانہ زیادہ کارگر نہیں ہوتا۔ پیادہ سپاہی کے مقابلے میں گھڑ سوار سپاہی کی حرکیت تو کہیں زیادہ ہوتی تھی، لیکن گھڑ سوار کراس بو کے ساتھ وہ نتائج حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا جو پیدال سپاہی اس سے حاصل کر سکتا تھا۔

دوسرا ہتھیار قراولی تھا جسے صدیوں بعد فسانہ آزاد میں میاں کھوجی کے کردار نے لافانی بنا دیا۔ وہ بات بات پر ناراض ہو کر قراولی بھونکنے پر اتر آتا ہے۔ اس قراولی کی وحشت کا عالم یہ ہوتا ہے کہ مخاطب فوراً" ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ یہ نیمچہ یا قراولی خالص مسلمانوں کی ایجاد تھی۔ اس دور میں آہن گری اور فولاد سازی میں بہت ترقی ہوئی تھی اور اس کا تمام کریڈٹ مسلمان فولاد سازوں کو جاتا ہے۔ مسلم کاریگر دھات سازی (METALLURGY) کے فن میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ یورپی اقوام اس فن سے ابھی ناآشنا تھیں۔ یہ قراولی ایک چھوٹی تلوار تھی۔ جس کا بلیڈ زیادہ خم دار اور جس کا فولاد زیادہ چمکدار، براق اور روشن ہوتا تھا۔ دمشق اور تولیڈو کے آہن گر اس فن میں بہت آگے تھے اور ان کے بنائے ہوئے نیمچے ساری دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اس قراولی کا سائز اگرچہ کم تھا لیکن اس کی دھار اور اس کی کاٹ باکمال تھی جو کسی بھی تلوار کو لمحہ بھر میں کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیتی تھی۔

ان ہتھیاروں کے علاوہ مغرب میں زرہ بکتر بنانے کے فن نے عروج پایا۔ سر کی ہیلمٹ سے لے کر پنڈلیوں اور پاؤں کی زرہ بکتر تک کے مختلف ڈیزائن بنائے گئے۔ لیکن یہ سب کچھ دشمن سے تحفظ فراہم کرنے کے باوصف حربی برادری میں زیادہ قابل ستائش نہ تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ایک گھڑ سوار یا پیادہ سپاہی بیں، تیس پاؤنڈ وزنی لوہا زیب تن کر کے جب میدان میں نکلتا۔ تو اس کی حرکیت (MOBILTY)متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ زیادہ تن و توش والا آدمی ہی فوج میں بھرتی ہو سکتا۔ درمیانے اور چھریرے بدن والے کے لئے زرہ بکتر کا یہ بوجھ اٹھانا ازبس مشکل تھا۔ تاہم عیسائیوں نے اس کو ترجیح دی اور صلیبی جنگوں میں اس کا زیادہ استعمال کیا۔ اس بوجھل بکتر کا فائدہ یہ تھا کہ اپنے جانی نقصانات کم ہوتے اور اس کا نقصان یہ تھا کہ اپنی سبک روی اور حرکیت متاثر ہوتی تھی۔ چنانچہ اگر عیسائی کسی جنگ میں فتح یاب ہوتے تو ان کا جانی نقصان کم ہوتا لیکن اگر مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوتا، تو یہ بوجھل زرہ بکتر دشمن کے گلے کا ہار بن جاتی اور عیسائیوں کا جانی نقصان بے اندازہ ہوتا۔ صلیبی معرکوں میں مسلمانوں نے اپنی برتر حرکیت اور سبک روی کے باعث اس عیسائی انفنٹری اور کیولری پر فتح پائی جو وزنی، بوجھل، ست رفتار اور منوور کرنے کی اہلیت سے عاری تھی۔

ٹیکٹیکس

اگرچہ اس دور میں کیولری (گھڑ سوار فوج) ایک غالب شعبہ جنگ کے طور پر قائم رہا تاہم انفنٹری (پیادہ فوج) بھی رفتہ رفتہ اپنی کھوئی ہوئی اہمیت بحال کر رہی تھی۔ مغربی یورپ کی افواج میں یہ شعور بیدار ہو رہا تھا کہ اگر طرفین کی افواج میں ہر چیز برابر ہو، یعنی تعداد، سازو سامان جنگ، جذبہ حرب و ضرب وغیرہ ایک جیسا ہو تو پھر بھی انفنٹری ایک ایسا شعبہ جنگ ہے جو کیولری کو منوور کرنے کے لئے اساس فراہم کرتا ہے اور یہ بھی کہ یہ صرف انفنٹری ہی کے دم سے ممکن ہے کہ کسی اہم اور کلیدی پارہ زمین پر قبضہ برقرار رکھا جاسکے۔ یہ کام کیولری کے کرنے کا نہیں ہے۔ مغربی یورپ کی افواج میں چونکہ ایک طبقہ اشرافیہ موجود تھا جو نائٹ (knight) اور ہتھیار بند افراد (Men-At-Arms) کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس لئے وہاں یہ طریقہ رواج پکڑ رہا تھا کہ انفنٹری کے "غریب غربا" سپاہیوں کی بجائے امراء کے یہ دستے کسی کلیدی مقام پر گھوڑوں سے اتر کر زمین پر ٹھہر جائیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

یعنی کیولری سے انفنٹری بن جائیں۔ اب چونکہ یہ طبقہ الراء بھاری زرہ بکتر اور بھاری ہتھیاروں سے لیس ہوتا تھا' اس لئے دشمن کی "غریب" انفنٹری جو ہلکے ہتھیاروں سے مسلح ہوتی تھی اور اس کا آرمر (زرہ بکتر) بھی کچھ ایسا وزنی نہ ہوتا' وہ دباؤ میں آجاتی تھی بلکہ دشمن کی کیولری بھی اگر حملہ آور ہوتی تو یہ لوگ فوراً" گھوڑوں پر سوار ہو کر کیولری بن جایا کرتے تھے اور مقابلہ دوبدو ہو جاتا تھا۔ تاہم اس میں ایک نقصان بھی تھا.... کیولری ایک مہنگا شعبہ جنگ تھا جس پر کثیر اخراجات اٹھتے تھے۔ اس لئے کیولری دستوں کا بطور انفنٹری یہ استعمال باکفایت تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ اس ضرورت نے بعد میں قائم افواج (Aemis Standing) کو تخلیق کیا۔ انفنٹری کی قائم افواج ایک قسم کا ایسا باکفایت مرکب تھا جو بہتر انداز میں منظم و مسلح بھی تھا اور ساتھ ہی سبک رو اور ارزاں بھی۔

صلیبی جنگوں نے بھی یورپ میں انفنٹری کے شعبے کو اہمیت دینے میں ایک بڑا کردار ادا کیا۔ مسلم افواج ساری کی ساری موبائل ہوتی تھیں اور ان میں انفنٹری کا عنصر نہ ہونے کے برابر تھا۔ عیسائیوں نے مسلح انفنٹری دستوں کی مدد سے موبائل گھڑ سوار دستوں کے چارج کو روکنے کا انداز اپنایا اور کئی چھوٹی موٹی کامیابیاں حاصل کیں۔ لیکن مسلم افواج نے بھی اس مشکل کا فوری حل نکال لیا۔ وہ پہلے اپنے عیسائی دشمنوں کی کیولری اور انفنٹری کو الگ الگ کر دینے کی تدابیر کرتے تھے اور پھر ایک ایک کو الگ الگ ادھیڑ کر رکھ دیتے تھے ..... صلاح الدین ایوبی نے حطین کی لڑائی اپنی اس ٹیکٹیکس کے طفیل جیتی۔ اس کے جواب میں صلیبیوں نے اپنی انفنٹری اور کیولری کے مابین بہتر اور موثر کوآرڈی نیشن پر زور دیا اور صلاح الدین کے خلاف رچرڈ شیر دل نے ارسوف کی لڑائی میں جو کامیابی حاصل کی' وہ اسی ٹیکٹیکس کا نتیجہ تھی۔ صلاح الدین کے پاس مصری انفنٹری کے دستے بھی تھے اور ترک غلاموں (مملکوک) کے دستے بھی۔ چنانچہ اس نے عربی' مصری اور ترک کیولری اور انفنٹری (جو اگرچہ تعداد میں کم ہوتی تھی) کو ملا جلا کر اور عیسائی کراس بو کی ست شرح فائر کو اپنی ہلکی تیر کمانوں کی تیز فائرنگ سے بے اثر کر کے' بہت سی کامیابیاں حاصل کیں۔

تاہم اس دور کے خاتمے تک کیولری کا پلہ بھاری رہا۔ انفنٹری کا کام یہ رہا کہ وہ دشمن پر تیر اندازی کر کے اس کی صفوں کو درہم برہم کر دیتی اور پھر اپنی کیولری کو یہ موقع فراہم کرتی کہ وہ دشمن پر یکبارگی ہلہ بول دے۔ اس قسم کا کیولری چارج عام طور پر کامیاب رہتا۔

کیولری کو بھی تین شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اول گھڑ سوار تیر انداز' دوسرے بھاری کیولری اور تیسرے ہلکی کیولری۔ گھڑ سوار' تیری اندازی میں ترکوں کا جواب نہ تھا اور ہلکی کیولری میں عرب' مصری اور شمالی افریقہ کے دوسرے ممالک بہت ماہر تھے۔ بھاری کیولری میں البتہ عیسائیوں کو سبقت حاصل تھی۔ لیکن جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا' مسلمانوں کے لئے بوجھل بن کر لڑنا بوجھل تھا۔ وہ سبک روی اور سپیڈ کے قائل تھے۔ اہل یورپ کی تحفظی تدابیر نے مسلمانوں کی بے خوف اور دلیرانہ تدابیر کے سامنے صدہا برس تک ہتھیار ڈالے رکھے۔ سپاہی کے انفرادی تحفظ اور بچاؤ کے اس فلسفے نے مغرب میں جدید ٹیکنالوجی کو دریافت کیا۔ مسلم افواج موت کے خوف سے بے پرواہ ہو کر میدان جنگ میں کودتی تھیں' جبکہ موت کے اسی خوف نے اہل مغرب ہی کو نہیں دنیا کی ساری غیر مسلم اقوام کو ایک لمبے عرصے تک لرزہ براندام رکھا۔ بارود کی ایجاد اور اسی کے بعد کی عسکری ٹیکنالوجی کا مطمع نظریہ تھا کہ دشمن کے نزدیک نہ آنے دیا جائے اور دور ہی سے اسی پر فائر پاور کے ذریعے غلبہ حاصل کیا جائے۔ یہ رجحان آج تک قائم ہے اور اس میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے ..... جوہری ٹیکنالوجی کی ایجاد بھی اہل مغرب کی اس ضرورت کا جواب تھی!

بحری جنگ و جدل

اس دور کی سب سے اہم بحری پیش رفت ان ریاستوں کی شکل میں سامنے آئی جو بحری ریاستیں کہلاتی تھیں۔ ان میں وینس' پیسا اور جنیوا شامل تھیں۔ (یہ جنیوا نہیں جو سوئٹزر لینڈ کا دارالحکومت ہے) خلافت امیہ کے زمانے میں اگرچہ مسلمانوں کی بحری قوت کا آغاز ہو چکا تھا۔ تاہم اس فن کو عربوں نے جنگی حوالے سے کچھ زیادہ فروغ نہ دیا۔ چنانچہ سسلی' وینس' پیسا اور جنیوا چار ایسے ممالک تھے' جن کی بحریہ' بحیرہ روم میں غالب رہی۔

باقی صفحہ 46 پر ملاحظہ فرمائیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

پاکستان کو نقصان پہنچانے والوں کو قدرت نے کبھی معاف نہیں کیا

جاوید چودھری روزنامہ "جنگ" کے کالم نگار ہیں' منفرد طرز تحریر کی وجہ سے ادبی اور صحافتی حلقوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں' زیر تحریر میں انہوں نے ماضی میں پاکستان کو نقصان پہنچانے والے سیاستدانوں اور حکمرانوں کے انجام کی ایک جھلک پیش کرتے ہوئے موجودہ حکمرانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ وہ ملکی مفاد کے خلاف ہر اقدام سے باز رہیں

ڈاکٹر نثار چیمہ راولپنڈی کے ہولی فیملی ہسپتال کے "ایم ایس" ہیں۔ اس قدر عاجز اور منکسر المزاج شخص ہیں کہ ان پر عاجزی اور انکساری کو بھی ترس آجاتا ہے کبھی سال چھ مہینے میں انہیں اپنی انتظامی مجبوریوں کے تحت کسی ماتحت کو ڈانٹنا پڑ جائے تو ان کی حالت اتنی غیر ہو جاتی ہے کہ انہیں الٹا زیر عتاب شخص دلاسے دینے لگتا ہے۔ بہر حال آپ اسے خامی سمجھیں یا خوبی ڈاکٹر نثار چیمہ قرآن مجید کی اس آیت کی عملی تفسیر ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کچھ روز پہلے اپنے ہسپتال میں قائداعظم کی یاد میں ایک تقریب منعقد کی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی انکل نسیم انور بیگ اور صدر ڈاکٹر محمود احمد غازی تھے۔ یہ مجلس ہر حوالے سے بڑی یادگار تھی۔ لیکن اس کا ایک پہلو ایسا ہے جس کے بارے میں میرا خیال ہے اس نے تاریخ کو ایک نیا رخ دے دیا۔ اس فنکشن میں ہمارے بزرگ اور شہرہ آفاق شاعر انور مسعود نے اپنی نظم پیش کرنے سے پہلے قائداعظم کا یہ قول دہرایا "پاکستان اسی دن بن گیا تھا جس روز ہندوستان کے پہلے شخص نے کلمہ پڑھا" اس قول کے بعد انور مسعود نے انکشاف کیا اس میں قائداعظم کا اشارہ محمد بن قاسم کی طرف ہے۔ قاسم کا ایک مطلب تقسیم کرنے والا ہے اور اس کا تعلق طائف سے تھا اس شہر طائف سے جس کے باسیوں نے جب نبی اکرم ﷺ پر پتھر برسائے' آپ لہولہان ہو گئے اور فرشتے نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس بستی کو پہاڑوں کے درمیان پیس دیں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا نہیں ہو سکتا ہے ان کی آئندہ نسلوں میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ انور مسعود نے دعویٰ کیا' نبی اکرم ﷺ کی بصیرت نے انگوروں کے اس باغ میں بیٹھے بیٹھے پڑھ لیا کہ آگے چل کر اسی شہر کا ایک بیٹا ہندوستان میں تقسیم کی پہلی اینٹ رکھے گا جو تیرہ چودہ سو سال کا سفر طے کر کے دنیا کی سب سے بڑی اور مضبوط اسلامی ریاست بن جائے گی۔ قائداعظم کی بصیرت بھی اس امر الٰہی تک جا پہنچی تھی لہٰذا انہوں نے بڑے یقین سے پاکستان کے قیام کا دعویٰ کر دیا۔

اس تقریب کے بعد میں جوں جوں انور مسعود صاحب کے فلسفے پر سوچتا گیا مجھے اس کی صداقت کا یقین آتا چلا گیا یہاں تک کہ مجھے وہ نام نہاد سقراط بقراط خاک چاٹتے دکھائی دینے لگے جو پاکستان کو انگریزوں کی سازش یا محض اتفاق قرار دیتے ہیں۔ مجھے تو وہ تاریخی اور سیاسی نجومی بھی بری طرح ناکام ہوتے نظر آرہے ہیں جن کی زبانیں پاکستان کے ٹوٹنے اور برباد ہونے کی پیشگوئیاں کرتے کرتے چڑہ ہو چکی ہیں۔ ذرا خود سوچئے کیا یہ محض ایک اتفاق ہے کہ ہندوستان میں پچھلے ساڑھے تیرہ سو برسوں میں سندھ' پنجاب' بلوچستان' سرحد' کشمیر اور بنگال ہی اسلام کا مرکز رہے اور کیا یہ بھی صرف ایک اتفاق تھا کہ ان ساڑھے تیرہ صدیوں میں ہندوستان میں جو بھی تبدیلی آئی وہ اس خطے میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافے ہی کا موجب بنی۔ کہیں ایسا تو نہیں قدرت نے فیصلہ کیا ہو جب مستقبل میں مسلمانوں کے الگ وطن کی بات چلے تو گوادر کے ساحلوں سے لے کر ہمالیہ کی چوٹیوں تک مسلمانوں کی الگ ریاست ناگزیر دکھائی دے ذرا سوچئے اگر 46ء میں 10 کروڑ مسلمان سندھ' بلوچستان' پنجاب' سرحد' کشمیر اور بنگال کی بجائے پورے ہندوستان میں بکھرے ہوتے تو کیا پاکستان بن جاتا؟ کیا ہم ایک آزاد وطن کے آزاد شہری ہوتے؟ نہیں' ہرگز نہیں' اگر یہ ممکن ہوتا تو آج ہندوستان کے شودروں کے پاس بھی اپنا الگ ملک ہوتا۔ ان شودروں کے پاس جن کی تعداد 40 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے لیکن وہ اس کے باوجود آزادی کا خواب نہیں دیکھ سکتے کیونکہ وہ 40 کروڑ کسی ایک جگہ اکٹھے نہیں ہیں۔ پورے ہندوستان میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن پاکستان کو دیکھیں یوں محسوس ہوتا ہے قدرت ایک منصوبہ بندی کے تحت اس علاقے میں جسے آج دنیا پاکستان کہتی

ہے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرتی رہی۔ جب یہ لوگ ایک مخصوص حد تک پہنچ گئے تو انہیں آزادی کا شعور بخش دیا گیا یوں پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

اگر ہم غور کریں تو ہمارے لئے اس میں بھی بڑی نشانیاں ہیں کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے بھٹو تک جس نے بھی اس ملک کو نقصان پہنچایا وہ غیر فطری موت مرا۔ سانحہ مشرقی پاکستان کا تجزیہ کریں اس میں مجیب الرحمٰن' اندرا گاندھی اور ذوالفقار علی بھٹو تین اشخاص ملوث تھے۔ مجیب الرحمٰن کی نعش کئی دنوں تک اس کے گھر کے تہہ خانے میں پڑی رہی' اندرا گاندھی اپنے ہی محافظوں کے ہاتھوں قتل ہوئی اور ذوالفقار علی بھٹو پھانسی کے پھندے پر جھول گیا۔ آپ بھٹو خاندان اور شریف فیملی کی مثال لیں الذوالفقار کی کارروائیوں میں ملوث بھٹو کے دونوں بیٹے غیر فطری موت مرے' اس ملک کو لوٹنے والی بے نظیر دربدر ہوئی۔ اس کا خاوند جیل میں محبوس ہوا۔ اس کی ماں ذہنی توازن کھو بیٹھی اور اس کی بہن طلاق یافتہ زندگی گزارنے لگی۔

ملک لوٹنے والی شریف فیملی کے مرد جیلوں کے گندے کمروں میں جا پھنسے اور ان کی خواتین ان کی رہائی کے لئے سڑکوں پر ماری ماری پھرنے لگیں۔

ادھر بنگلہ دیش میں قاضی غلام رسول نام کے جس جج نے مجیب الرحمٰن کے "قاتلوں" کو موت کی سزا سنائی اس کی بیوی ذہنی توازن کھو بیٹھی اس کی تینوں بیٹیاں پاگل ہو کر ڈھاکہ پوسٹ گریجویٹ ہسپتال میں داخل ہو گئیں اور خود وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو گیا۔ اندرا گاندھی کے دونوں بیٹے مارے گئے۔

میرا دعویٰ ہے قدرت کے احتساب کا یہ عمل صرف یہیں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ ہر وہ شخص جس نے اونٹ کی نکیل کے برابر بھی اس ملک کو نقصان پہنچایا اس کا حساب اسی زمین پر ہوگا۔ خواہ اس کا نام فیصل صالح حیات ہو یا عارف نکئی لہٰذا میری وزارت خارجہ کے دوستوں اور میزبانوں سے درخواست ہے وہ تاریخ کے اس سفر کو سامنے رکھیں' قدرت کے فیصلوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور "سی ٹی بی ٹی" پر دستخط کرنے کے ارادے سے باز آجائیں کیونکہ یہ ملک ٹوٹنے کے لئے بنا ہے اور نہ ہی کمزور رہنے کے لئے۔ طائف سے لے کر چاغی تک اس ملک کا ہر قدم امر ربی کی تفسیر ہے اور ملک "غزوۃ الہند" کی طرف بڑھ رہا ہے جس کے سالار خود رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔ باز آجائیں! اس ملک کو کمزور کرنے والوں کی قبروں پر چراغ جلانے والے بھی نہیں بچے۔

بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور

PSO
رحمان آئلز
ہول سیل ڈیلر
لائٹ ڈیزل، کیروسین، فرنس آئل، موبل آئل
پروپرائیٹرز
نورالرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی
لال کھوچوک فیکٹری ایریا' فیصل آباد فون نمبر 618946-624353

رابطۂ عوام

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
17-9-99 بمقام دارالعرفان

جس بات کے لئے آپ سب احباب کو تکلیف دی تھی جمع کیا تھا وہ ساری بات تو میں نے جمعہ کے خطبے میں عرض کر دی چونکہ ہمارا مقصد کوئی حصول اقتدار یا حصول زر نہیں ہے محض اللہ کی زمین پہ اللہ کا نظام قائم کرنا مقصود ہے اور کلمہ گو مسلمانوں کو جو محض اپنی غربت یا کمزوری کی وجہ سے ظالموں کے پنجہ استبداد میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں ظلم سے نجات دلانا ہے تو اس کے لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ جس آدمی کے حق کے لئے ہم لڑ رہے ہیں اسے آگاہ کیا جائے عام آدمی' غریب آدمی کچے گھروں میں جھگی میں رہنے والا جو واقعی مظلوم ہے جس کی کوئی شنوائی نہیں ہے جسے ہر کوئی ٹھوکر ہی مارتا ہے اور جسے ظلم سے نجات دلانے کے لئے آپ سب مل کر کوشش کر رہے ہیں خود اسے اس کا پتہ ہی نہ ہو یہ اچھی بات نہیں- ہم جس دنیا میں رہتے ہیں اس میں چونکہ کسی سے ملنا پڑتا ہے بات کرنا پڑتی ہے اتحادوں کی بات ہوتی ہے اتفاقوں کی بات ہوتی ہے لیکن میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی عرض کر رہا ہوں کہ شاید پاکستان کی کوئی بھی سیاسی جماعت وہ دینی ہو یا لادین ہو میں نہیں سمجھتا کہ وہ ہمارے ساتھ چل سکے گی باتیں تو ہوتی ہیں مذاکرات ہوتے ہیں بات کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جب بات آتی ہے ایجنڈے کی تو ہم تو کہتے ہیں کہ امیر تمہی بن جاؤ لیڈر تمہی بن جاؤ لیکن یہ بتاؤ کہ اس تبدیلی کے بعد جو ادارہ جو حکومت جو انسٹی ٹیوشن بنے گا وہ معاشیات کا کیا کرے گا تعلیم کا کیا کرے گا عدلیہ کا کیا کرے گا اور اس سیاسی نظام کا کیا کرے گا ان چار باتوں کا جواب دے دو-چار ہی سوال ہیں ہمارے ان کا جواب دے دو طے کر لو ہم آپ کے ساتھ آتے ہیں طے ہو جائے کہ معاشیات میں سے سود نکل جائے گا ملک مضاربت پہ چلایا جائے گا عام آدمی کو اس کی آمدن کا حصہ ملے گا ٹیکس کم کیے جائیں گے اور گورنمنٹ کے جو پیداواری یونٹ ہیں ان سے پیداوار وصول کی جائے گی آدمی یا اشیاء کو ٹیکس کرنے کی بجائے مال کو یا دولت کو ایسٹس (ASSETS) کو ٹیکس کیا جائے گا ان باتوں پہ آجائیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں تو جب بات یہاں پہنچتی ہے تو پھر کوئی بھی ساتھ نہیں دیتا اسی طرح تعلیمی نظام کی جب ہم بات کرتے ہیں کہ سب کے لئے ایک نصاب اور ایک تعلیم ایک سکول ہو تو ہمارے بڑے بڑے جو نامور اور پارسا لیڈر ہیں نا یہاں انکے اپنے بچے بھی امریکہ میں پڑھتے ہیں اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ ہر ایک کا بچہ پڑھ کر کل ان کے بچوں کے مقابلے میں کھڑا ہو جو لوگ امریکہ کو زیادہ گالیاں دیتے ہیں وہ امریکہ سے زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہیں تو یہ ایسی باتیں ہیں کہ آل پارٹیز کانفرنس والوں نے بلایا وہاں میں نے یہی چار سوال کیے طاہر القادری صاحب نے عمران صاحب نے بات کی اس پریس کانفرنس میں بھی یہی کہا کہ جناب ایک بات پہ تو ہم آپ سے متفق ہیں کہ یہ حکومت چلی جائے لیکن اس کی جگہ جو حکومت عبوری بنے وہ کرے گی کیا وہ ایجنڈا بنا کر دیں ہم آپ کے ساتھ آئیں وہ بات طے نہ ہو تو پھر ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں یہ رہیں نہ رہیں یہ نہ ہوں ان کی جگہ آپ آجائیں اس سے ہمیں کیا حاصل ہو گا تو آج تک تو اس ایجنڈے پر کوئی متفق

نہیں ہوا خود وزیر اعظم متفق نہیں ہوا اس نے کہا جی آپ مجھے بتائیں کیا چاہیے میں کرتا ہوں لیکن نہیں کر سکا اور نہ ہی کرے گا وہ کر نہیں سکتا

تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ سفر اللہ کے بھروسے پر طے کرنا ہو گا اور اس کے لئے بنیادی ضرورت یہ ہے کہ عام آدمی کو یہ بتایا جائے کہ ہم تمہارے لئے لڑ رہے ہیں اور تمہارا اس میں یہ فائدہ ہے تمہیں یہ ملے گا اس کے لئے میں نے شعبہ نشر و اشاعت کے سربراہ کرنل سرور کو مرکز کی طرف سے کچھ فنڈز دیئے ہیں اگرچہ فنڈز میں کوئی خاص کشادہ دستی نہیں ہے اس کے باوجود کوئی ویڈیو اور آڈیو کیسٹیں ایسی بنائی جائیں جو مفت دی جا سکیں جو ساتھ کام کرتے ہیں وہ خرید نہیں سکتے انہیں مفت دی جائیں دیہات میں چوکوں میں شاہراہوں پر کچھ ایسے ہوٹلز ہیں جو ویڈیو کیسٹیں سارا دن بجاتے رہتے ہیں گاہک جمع کرنے کے لئے انہیں دی جائیں پبلک ٹرانسپورٹ گاڑیوں میں لوگوں نے وی سی آر لگا رکھے ہوتے ہیں انہیں وہ مفت فراہم کی جائیں تو وہ مجھے بتا رہے تھے کہ انہوں نے ہر اک سے ڈیمانڈز مانگی ہیں ڈویژن سے بھی اور شاید صوبوں سے بھی اور ضلعوں سے بھی۔ تو ضلعی صدر وہوں یا صوبائی یا جو بھی تو آپ شعبہ نشر و اشاعت کے سربراہ کرنل سرور سے رابطہ کر کے وہاں سے وہ چیزیں لیں اور عام آدمی کو اپروچ کریں چونکہ اسلام کی بات غریب ہی سنے گا امیر کے عیش میں خلل آتا ہے اور غریب کو وہ غلامی سے نجات دلاتا ہے تو بجا طور پر کہا گیا تھا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ بھی اسی طرح ہو گی جس طرح پہلے پھیلا تھا پہلے بھی غربا اور مساکین ہی میدان میں آئے تھے اور اب بھی یہ کام غریبوں ہی سے شروع ہو گا اور وہی لوگ خلوص سے آگے بڑھ سکیں گے تو میری یہ گزارش ہے کہ آپ سب احباب اپنی اپنی جگہ کوشش کریں انٹیریر میں دور دراز۔ فیصل آباد کو چھوڑ دیں راولپنڈی کو چھوڑ دیں پشاور کو چھوڑ دیں۔ دیہات میں ضروری نہیں کہ وہاں دس ہزار بندے جمع ہوں دو سو بندے بھی ہوں لیکن وہاں بات تو ہو۔ احباب کو دعوت دیں چھوٹے چھوٹے جلسے کرائیں وہ چھوٹے چھوٹے جلسے مل کر آپ کے کسی بڑے جلسے کی زینت بن سکتے ہیں لیکن لوگوں تک بات تو صحیح طریقے سے پہنچے اور اس کے لئے سارے الگ الگ کوشش کریں

ایک جو بات ہم نے آج طے کی ہے اور الحمدللہ وہ ہے الاخوان جہاد فورس کی۔ کچھ دوست جو کشمیر کے رہنے والے ہیں کچھ وہ دوست جو مقبوضہ کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں ان سب کو یہ شکایت ہے کہ جی جہادی تنظیمیں تو بہت ہیں اور اربوں کے فنڈز جمع ہوتے ہیں لیکن اگر ان کا دسواں حصہ بھی جہاد پر پہنچ جائے تو ہمیں کوئی پرابلم نہ ہو جو جہاد کر رہے ہیں انہیں کوئی نہیں پوچھتا وہ فنڈز ادھر ادھر ہی ہضم ہو جاتے ہیں جس طرح حکومت پاکستان کے حکمران پاکستان کے لئے قرضہ لیتے ہیں عام آدمی تک نہیں پہنچتا بالا بالا ہی چلا جاتا ہے اسی طرح ان کے فنڈز بھی ہضم ہو جاتے ہیں تو دوستوں کی خواہش پر ہم نے یہ طے کیا ہے کہ الاخوان جہاد فورس ترتیب دی جائے جس میں مرکزی ممبرز تو وہی لوگ ہیں جو وہاں جہاد عملاً کر رہے ہیں اس میں ایک یہ سہولت ہو جائے گی کہ جو بچے جو جوان یہاں سے جانا چاہتے ہیں کچھ عرصے کے لئے ان کے لئے وہاں ٹریننگ کا انتظام بھی ہو جائے گا عملی جہاد میں بھی حصہ لے لیں گے اور اب ضرورت ہے کہ عملی جہاد کا اہتمام کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کل پاکستان کے لئے یہاں بھی کچھ طاقتوں سے لڑنا ہی پڑ جائے تو ایک جہادی فورس کی ضرورت محسوس کی گئی اس کیلئے بنیادی طور پر وسائل ان کو فراہم کرتا ہوں گے اس کے لئے احباب کے ذمے ہے کہ ایک تو یہ طے کر لیں کہ الاخوان کے جو ممبرز ہیں وہ اپنی حیثیت کے مطابق ضروری نہیں کہ کسی نے اسے دس ہزار یا پچاس ہزار یا لاکھ ہی دینا ہے جو جس کی حیثیت ہے وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

کچھ ضرور مرکز کو ڈونیٹ کیا کرے تاکہ ایسے امور کے لئے وسائل پیدا ہوں۔ یہ بات طے ہے کہ ہمیں کوئی غیر ملکی طاقت دے گی نہیں اور نہ ہمیں کسی غیر ملکی سے لینا ہے بلکہ سعودیہ والے ناراض اس بات پر ہوئے تھے کہ ان کا کونصلیٹ یہاں آیا تھا مجھے آفر کرنے لگے کہ ہم اتنے پیسے دیتے ہیں اور آپ یہ کریں وہ کریں تو میں نے کہا جی ہم تو آپ سے پیسے نہیں لیں گے ہمیں جو اللہ دیتا ہے اس کا ہم کام کرتے ہیں اور جو نہیں ہوتا ہم اس کے مکلّف نہیں کسی کے پیسے کا حساب قیامت کو کون دے اس پر وہ ناراض ہوئے اور انہوں نے الاخوان کے ہر ممبر کو سعودیہ سے نکال دیا عمرے کے ویزے تک بند کر دیئے ہکرتے رہیں لیکن یہ بات تو طے ہے کہ جو پیسہ دے گا وہ اپنی بات بھی منوائے گا تو ہمیں نہ تو کسی غیر ملکی طاقت سے لینا ہے اور نہ امید ہے اور یہ بھی طے ہے کہ وہ ہمیں دیں گے بھی نہیں جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کیلئے وہ نہیں دیں گے ہر کوئی اپنے مقصد کیلئے دیتا ہے تو کام تو اللہ کریم نے کرنا ہوتا ہے کوئی ضروری نہیں کہ وہ زیادہ فنڈز سے ہی ہو گا لیکن ہمیں اس کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق ڈونیٹ کرنا چاہیے اس بات کو بھی دھیان میں رکھیں کے جس قدر ہو سکے مرکز کو سپورٹ کیا جائے تاکہ یہ الاخوان جہاد فورس کا کام بھی چلے۔ اور چھوٹے چھوٹے جلسے اندرون علاقہ گاؤں میں چھوٹے چھوٹے پنڈوں میں چھوٹی چھوٹی جگہوں پر دور تک لے جائیں جہاں آپ سمجھیں فضا ساز گار ہوتی ہے دس بارہ گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع کیے جا سکتے ہیں وہاں مرکز کے لوگوں کو لے

باقی صفحہ 64 پر ملاحظہ فرمائیں

صقارہ اکیڈمی منارہ ضلع چکوال

داخلہ جماعت ہشتم سیشن 2000ء

تحریری امتحان — 26مارچ 2000ء بروز اتوار

انٹرویو — بوقت 10 بجے صبح

صقارہ اکیڈمی کی چند خصوصیات

1- راولپنڈی بورڈ سے منظور شدہ۔

2- مروجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم سے آراستہ تعلیم و تربیت۔

3- قومی ایوارڈ یافتہ قاری کے زیر نگرانی تجوید و قرآن کا بندوبست۔

4- پچھلے 12 سال سے راولپنڈی بورڈ میں متواتر سو فیصد نتائج کا حامل منفرد ادارہ۔

5- بورڈ کی پہلی تین پوزیشنوں میں ہر سال پوزیشن لینے کا اعزاز۔

6- اعلیٰ تعلیمی معیار کے اعتراف میں "نیشنل ایوارڈ" کا اعزاز۔

7- اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ۔

8- روحانی اور جسمانی تربیت کا خصوصی انتظام۔

9- فوجی خطوط پر استوار نظم و ضبط۔

10- مارشل آرٹس اور کھیلوں کی لازمی تعلیم۔

11- ہاسٹل کی سہولت۔

12- کوالیفائیڈ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی ہمہ وقت موجودگی۔

نوٹ: 1- رات کے قیام کے لئے 5 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کے مطابق بستر ہمراہ ہو۔

2- "المرشد" کے قارئین سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کو فوٹو سٹیٹ کر کے زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کتابوں پر تبصرہ

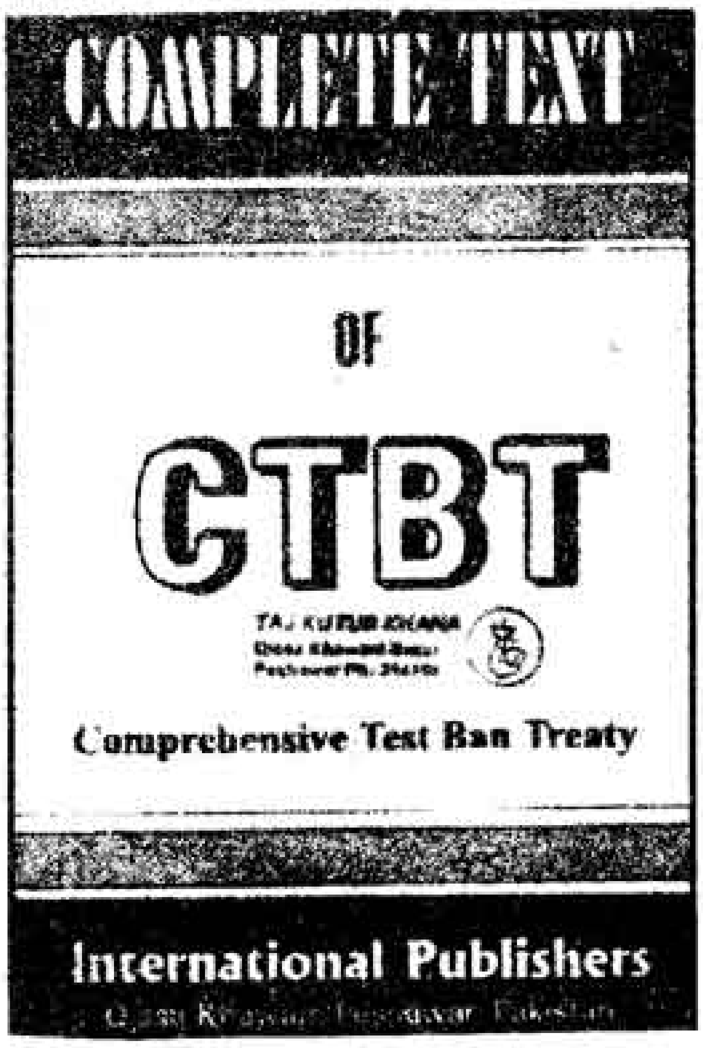

سی ٹی بی ٹی..... مکمل متن

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتابچہ جوہری دھماکوں کے جامع معاہدہ کا انگریزی متن ہے۔ ایک عرصے سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس متن کو ایک عام قاری کے لئے شائع کیا جائے تاکہ اس کی خامیوں اور خوبیوں پر مطلع ہوا جاسکے۔ چنانچہ انگریزی زبان سمجھنے والوں کے یہ ایک نہایت معلوماتی کاوش ہے۔ اسے انٹرنیشنل پبلشرز' قصہ خوانی بازار پشاور نے شائع کیا ہے۔ اس کے کل صفحات 128 ہیں اور قیمت پچاس روپے فی کاپی ہے۔

متن سے پہلے چار صفحات پر مشتمل ایک دیباچہ دیا گیا ہے جس میں معاہدہ کے پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد کا نچوڑ بیان کیا گیا ہے' اس کے نفاذ کے سلسلے میں تمام اقسام کی مشکلات اور ان سے عہدہ برآں ہونے کے لئے اقدامات کا ذکر ہے۔ معاہدے میں سب سے زیادہ حساس رول والی ایجنسی جسے آن سائٹ انسپکشن ایجنسی (OSIA) کہا جاتا ہے' اس کی تشکیل اور اس کے دائرہ کار کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مزید آٹھ صفحات میں متن کا شق وار خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ مکمل متن تو 115 صفحات پر مشتمل ہے لیکن اگر قاری چاہے' تو اس تفصیلی متن کا نہایت مختصر خلاصہ بھی ان صفحات میں پڑھ سکتا ہے۔ اس کے بعد ضرورت ہو تو فارغ وقت میں تفصیلات سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

معاہدہ تحریر اور مرتب کرنے والوں نے واقعی جامعیت کا ثبوت دیا ہے اور یوں نہ ہو جس قوت نے جوہری بم تخلیق کرنے میں پہل کی تھی اس کو جس قدر تفصیلات اور معلومات کا پتہ تھا (اور ہے) وہ کسی دوسرے ملک یا قوم کو نہیں ہو سکتا۔ جدید ٹیکنالوجی اور انٹیلی جنس کے جدید ذرائع نے ٹیکنیکل پوشیدہ اور اخفاء کے تمام راز طشت از بام کردیئے ہیں۔ اب اگر آپ چاہیں بھی تو اپنے جوہری وارہیڈز کی تعداد' جوہری تنصیبات' ڈلیوری کے ذرائع اور متعلقہ جوہری سہولیات کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔ امریکہ نے مختلف اداروں کی مدد سے جو معلومات حاصل کیں ان سے ایک خاکہ تشکیل دیا کہ کون سا ملک مستقبل قریب یا مستقبل بعید میں ان راہوں پر چل سکتا ہے۔ جن پر خود امریکہ نے چل کر جوہری میدان میں یہ مقام حاصل کیا۔ ان اطلاعات کی فراہمی کے بعد ان کے ممکنہ اثرات و مضمرات کا جائزہ لیا گیا اور دیکھا گیا کہ ان جوہری وارہیڈز اور تنصیبات کا ممکنہ استعمال کیسے' کہاں اور کن پہلوؤں سے کیا جاسکتا ہے۔ بعض ممالک اعلانیہ جوہری دھماکے کرچکے ہیں مثلاً" بھارت اور پاکستان (پانچ مسلمہ جوہری قوتوں کے علاوہ کہ جو ساری کی ساری سیکورٹی کونسل کی ممبر ہیں) بعض جب چاہیں دھماکہ کر سکتے ہیں مثلاً" جنوبی افریقہ' اسرائیل' شمالی کوریا وغیرہ اور بعض وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

جنہوں نے از خود اپنی جوہری استعداد کو رول بیک کر دیا مثلاً" برازیل اور ارجنٹائن وغیرہ۔ اس طرح ان معلومات کی روشنی میں جوہری خطرے (THREAT) کی ایک تصویر سی بن جاتی ہے۔ جب یہ تصویر امریکی حکام کے سامنے آگئی تو پھر اس خطرے کا سدباب کرنے کے لئے ہر وہ ممکن طریقہ اپنانے کی سعی کی گئی جو خطرے کی روک تھام کر سکتا تھا۔

جوہری موضوع جس قدر بسیط اور جزئیات و تفصیلات کا پلندہ ہے۔ یہ معاہدہ اور اس کا متن بھی اس تناسب سے جامع اور تفصیلی ہے۔ مثلاً" اگر ہم ان زلزلہ پیما سٹیشنوں کی تفصیل جاننا چاہیں جو اس معاہدے کے مطابق اس کے نفاذ کی صورت میں دنیا کے مختلف ممالک میں قائم کئے جائیں گے تو ہمیں معاہدے کی جامعیت کا تھوڑا سا اندازہ ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں ایک ضمیمہ ایسا دیا گیا ہے جس میں یہ زلزلہ پیما سٹیشنوں کا ابتدائی نیٹ ورک کہلاتا ہے۔ ان کی تعداد پچاس ہے۔ پاکستان میں یہ (PARI) کے مقام پر قائم کیا جائیگا جو 33.7 درجے شمالی عرض بلد اور 73.3 درجے مشرقی طول بلد پر واقع ہو گا اور راڈار کی قسم کا نام (ARRAY) ہو گا۔ اس کے بعد 120 اسٹیشنوں کی ایک اور فہرست ہے جو چھوٹے حجم کے زلزلہ پیما سٹیشنوں کی تفصیلات فراہم کرتی ہیں۔ تیسرے ضمیمے میں ریڈیونیو کلائیڈ اسٹیشنوں کی تفصیل ہے جو تعداد میں 80 ہیں۔ پھر ریڈیو نیوکلائیڈ لیبارٹریوں کا ضمیمہ ہے جو تعداد میں پندرہ ہیں۔ زلزلہ پیما سٹیشنوں کی ان تفصیلات کے علاوہ ہائیڈرو' اکاؤسٹک سٹیشنوں کی ایک فہرست بھی دی گئی ہے' ایک زلزلہ پیما سٹیشن تو قشر ارض کی جنبش کا سراغ دے گا جبکہ (Hydroacoustic) سٹیشن ان زیر آب لہروں کی آوازیں ریکارڈ کریں گے جو کسی زیر آب جوہری دھماکے کی صورت میں سمندروں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان زیر آب صوتی لہر پیما سٹیشنوں کی کل تعداد گیارہ ہے جو آسٹریلیا' فرانس' کینیڈا' چلی' میکسیکو' پرتگال' برطانیہ اور امریکہ میں قائم کئے جائیں گے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وسیع و عریض بحر ہند کے لئے صرف آسٹریلیا میں ایک اسٹیشن قائم کیا جائے گا۔ یعنی بھارت اور پاکستان سے امریکہ اور اس کے حواریوں کو مستقبل قریب میں یہ خطرہ نہیں کہ وہ اپنے سمندروں میں کوئی زیر آب جوہری دھماکہ کر سکیں گے۔ البتہ چلی اور میکسیکو میں اس دو قسم کے اسٹیشن قائم کئے جائیں گے۔ بظاہر یہ سٹیشن جنوبی امریکی ممالک کی مانیٹرنگ کے لئے ہوں گے لیکن ان کے محل وقوع کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ اپنے ہمسائے میں جوہری سہولیات کی موجودگی کو مانیٹر کرنے میں کتنا حساس اور کتنا "خوفزدہ" ہے۔ ان انتظامات کے علاوہ ایک اور فہرست انفراساؤنڈ سٹیشنوں کی بھی ہے' جن کی تعداد ساٹھ ہے اور یہ ایک نوع کے بالائے زمین صوتی سٹیشن ہوں گے۔ ان میں ایک سٹیشن پاکستان میں رحیم یارخاں کے نزدیک قائم کیا جائیگا (عرض بلد 28.2 شمالی اور طول بلد 70.3 مشرقی) خیال ہے کہ یہ سٹیشن پوکھران میں بھارتی دھماکوں کی صوتی لہروں کو مانیٹر کرنے کی غرض سے قائم کیا جائے گا۔ بھارت میں یہ سٹیشن کہاں ہو گا' اس کی تفصیل البتہ نہیں دی گئی۔ (صرف یہ لکھا ہے کہ اس کی لوکیشن کا تعین بعد میں کیا جائے گا)۔

یہ صرف دو چار ضمیموں کی ضمنی باتوں کا ذکر ہے جبکہ اس متن میں جگہ جگہ اس نوع کی بے شمار اعداد و شمار اور معلومات و تفصیلات کے ساتھ دستخط کرنے والے ممالک کو اس امر کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ جب ایک بار اس حصار میں آجائیں تو پھر باہر نکلنے کا راستہ باقی نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود امریکی کانگریس نے اس معاہدے کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا ہے..... اور کون کہہ سکتا ہے یہ انکار ایک دکھاوا اور ایک فریب ہی ہو!!..... جب ان ترقی یافتہ اور مہذب ممالک کو کسی شے کے محتاج ہوتی ہے تو پھر اخلاق و آدب کے سارے پیمانے' بین الاقوامی ضابطوں کے سارے دستور اور انسانی اقدار کی ساری جزئیات بالائے طاق رکھ دی جاتی ہیں اور جب ضرورت نہیں ہوتی تو ان پیمانوں' ضابطوں اور اقدار کی دہائیاں دینی شروع کر دی جاتی ہیں۔..... ہم نے دستخط کرنے سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ یہ معاہدہ ہمارے ماحول میں کیسے فٹ آئے گا اور ہمیں کس قسم کی قوتوں یا کمزوریوں کے سامنے (Expose) کردے گا۔

ضمناً" یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پاکستانیوں کی اکثریت چونکہ انگریزی سے ناآشنا ہے' اس لئے اس سی ٹی بی ٹی کا اردو ترجمہ اور اس پر ایک جامع کمنٹری بھی کسی پبلشرز کو شائع کرنی چاہئے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

نام کتاب۔ نکہت نعت

شاعر۔ ریاض احمد قادری

تبصرہ۔ ریاض مجید

بیسویں صدی کے ربع آخر میں نعت رسول اکرم ﷺ کی صنف نے مقدار اور معیار کے حوالے سے تاریخ ساز منزلیں سر کی ہیں ان سالوں میں نہ صرف غزل کے نامور معتبر اور معروف اساتذہ نے نعت کے جداگانہ مجموعے مرتب کیے بلکہ نئے لکھنے والوں نے بھی اس مبارک صنف پر خصوصی توجہ دی اور بعض نے تو اپنی شعری صلاحیتوں کا اظہار ہی نعت کے وسیلے سے کیا ہے یوں پرانے اور نئے اساتذہ اور نوآموز سب کو اس صنف کی آبیاری کی سعادت کا موقع ملا۔

فیصل آباد کو حمد و نعت کے حوالے سے ایک جداگانہ تشخص حاصل ہے اس کی وجہ یہاں کے شعراء کی وہ مساعی جمیلہ ہیں جو نعت کی صنف کو سنوارنے اور اس ذریعے سے دراصل اپنے فن اور عاقبت کو سنوارنے کا ایک دلاویز ذریعہ خلیق قریشی، منظور احمد منظور، صائم چشتی، حافظ لدھیانوی، امین نقوی، نادر جاجوی، عارف رضا، ریاض پرواز، اختر سدیدی، افضل خاکسار، کوثر علی، آصف بشیر چشتی، حافظ محمد حسین، حافظ عبدالستار نیازی اور دوسرے بیسوؤں نعت گو شاعروں و نعتیہ نشستوں، مشاعروں اور نعت کے فروغ و اشاعت سے متعلق اداروں کے سبب یہ شہر، شہر نعت بنتا جارہا ہے۔ یہاں کے تعلیمی اداروں میں تحقیق کا کام ہوا اور ہو رہا ہے اس کے حوالے سے بھی اس شہر کا یہ رخ اور نکھر رہا ہے جس کی وجہ سے اسے شہر نعت کا درجہ مل رہا ہے۔

ریاض احمد قادری اس شہر کے نعت کاروں کی صف میں ایک خوشگوار اضافہ ہیں۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی فنی صلاحیتوں کو نعت کے لئے وقف کیا اور خوبصورت نعتیں لکھیں بلکہ نعت کے فروغ اور اس کی تدوین و ترتیب کے باب میں ایک مقامی اخبار میں "حیٰ علی النعت" کے عنوان سے ہفت روزہ ادبی صفحہ کی بنیاد ڈالی۔ تاریخ نعت میں اپنی طرز کی یہ ایک منفرد کوشش ہے نئے اور پرانے لکھنے والوں کی نعتوں کا انتخاب ایک تحریک کے انداز میں مدون کیا جائے اور تسلسل و تواتر سے صنف نعت کے فروغ کے لئے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جائے۔ یوں ادبی ماہناموں کی کمی اور دیگر ادبی رسائل کے قحط کے دور میں ایک اخبار کے ذریعے نعتیہ اسالیب کے فروغ کی سعادت اس شہر میں ریاض احمد قادری اور محمد مسعود اختر کے حصے میں آئی۔ امید ہے کہ جب ان کے ترتیب دیئے گئے حیٰ علی النعت کے ہفت روزہ شماروں کا انتخاب سامنے آئے گا تو نعت رسول اکرم ﷺ کے قارئین کو اپنے ذوق کی تسکین کے لئے ایک خوبصورت اور دل آویز اثاثہ دستیاب ہو گا۔

ریاض احمد قادری کی نعتیہ شاعری نعت کے جدید اسلوب کے بطن سے پھوٹتی ہے خصوصاً" ان کی وہ نعتیں جو تازہ بحروں اور زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ تازہ طرز نعت کی نمائندہ ہیں۔ ان کی نعت گوئی غزل کی صنف میں اظہار پذیر ہوئی ہے اس لئے غزل کے علائم و رموز اپنی خصوصیت اور تاثیر کے ساتھ مضامین نعت گوئی پہلا مجموعہ ہے مگر وہ شعری محاسن سے ہوئے ہیں جو فن نعت کے لئے ضروری ہے۔ ذات رسالت مآب ﷺ سے ان کی شیفتگی اور والہانہ پن ان کی نعتوں کی جان ہے، انہیں جو خصوصی شغف اس صنف اور صاحب موضوع حضور اکرم ﷺ سے ہے اس کا اظہار خوش سلیقگی اور شائستگی سے ہوا ہے۔ نعت کے آداب اور تقاضے ان کی نظر میں ہیں اور انہوں نے اس مشکل مقام کو نظر میں رکھا ہے جس کو عرفی نے

ہشدار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

سے تعبیر کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے مجموعہ نعت کو قبولیت کا درجہ عطا کرے اور یہ حسب رسالت مآب ﷺ سے سرشار دلوں میں گداز پیدا کرنے کا سبب بنے (آمین)

نعت رسول ﷺ

اک نور بے مثال مرے رتجگوں میں ہے
روشن یہی چراغ مری سب شبوں میں ہے
سوچیں مرے دماغ کی ہیں ان پہ مرتکز
بس ایک ذات دل کے سبھی زاویوں میں ہے
ان کے سوا جہاں میں کوئی جلوہ گر نہیں
ان کا حسین عکس ہی سب آئینوں میں ہے
ان کی مہک سے سارا گلستاں سجا ہوا
خوشبو انہی کے نام کی سارے گلوں میں ہے
حضرت بلالؓ نے جو سکھائے ہیں عشق میں
اپنی نجات صرف انہی ضابطوں میں ہے
لے جائیں ہم کو جو فقط اس بارگاہ تک
اپنی بقا ریاض انہی راستوں میں ہے

ریاض احمد قادری

www.naqshbandiaowaisiah.com

استاد دامن

معروف شاعر جنھوں نے ہر ظالم حکمران کو للکارا

استاد دامن کا اصل نام چراغ دین تھا۔ آپ پیدائشی طور پر شاعر تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ محنت مزدوری کی پھر جدوجہد آزادی کے لئے نظمیں لکھیں اور عملی طور پر میدان میں آگئے...... انگریز سامراج کے خلاف نظمیں لکھتے اور پڑھتے رہے۔ آپ انگریز کے خلاف کچھ اس طرح فرماتے ہیں۔

پنچھی قید ہویا اک مدتاں دا
ایہہ آزاد اونے اونے ہو جائے گا

استاد جی کو سیاسی قیدی بن کر کئی بار جیل جانا پڑا اور آپ جب کسی شہر میں نظم پڑھنے جاتے' انگریز سامراج آپ کو نظر بند کر دیتے۔

توں شکاری میں پنچھی ہاں وچ پنجرے
جیکر بولن نہیں دیندا' پھڑکن تے دے

کسی بھی ملک کے باشندہ کو اس کے ہی ملک' شہر میں نظر بند' زبان بند کر دیا جائے اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا؟ یہ تو غیر ملکی حکمرانوں کا اس دیس کے باسیوں کے ساتھ سلوک تھا۔ وہ اپنے قاعدہ اور قانون کے مطابق جو چاہے سلوک کرتے کیوں کہ ہم محکوموں کی صف میں کھڑے تھے.... ہم آزادی تو مانگ ہی سکتے تھے جو بالاخر ملی اور انگریز کو برصغیر پاک و ہند چھوڑ کر جانا پڑا' پاکستان وجود میں آیا اور مشرقی پنجاب' یوپی' بنگال اور دیگر ہندوستانی علاقوں سے مسلمان آبادی کا انخلاء شروع ہو گیا..... قتل و غارت کا بازار گرم ہوا..... عوام کی خواہش کے مطابق امن اور سکھ حاصل ہونے کے بجائے' اس دیس کے نئے رکھوالوں نے اس ملک کی خدمت کرنے کی بجائے لوٹ کھسوٹ شروع کر دی اور استاد دامن خاموش نہ رہ سکے۔

اسیں اوس مکان دے رہن والے
جتھے زور ہے دن رات جالیاں دا
دودھ پی کے وی اسلے ڈنگ مارن
کیا لابھ ہے سپاں نوں پالیاں دا
واڑ کھیت دی کھیت نوں کھان لگی
کالا منہ ہے انہاں رکھوالیاں دا

1950ء میں استاد جی دہلی تشریف لے گئے۔ اس مشاعرے میں ہندوستان کے وزیراعظم جواہر لال نہرو بھی تھے۔

استاد دامن پاکستان کے سیاسی عدم استحکام سے اکثر پریشان رہتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جاگیردار اور سرمایہ دار اقتدار پر قابض ہوگئے۔ جبکہ پاکستان کی خوشحالی و ترقی کا راز نظام کی تبدیلی میں مضمر تھا۔

دنیا ہن پرانی دے نظام بدلے جان گے
اونھ دی سواری دے مقام بدلے جان گے
امیری تے غریبی دے نام بدلے جان گے
آقا بدلے جان گے' غلام بدلے جان گے

استاد دامن کے ساتھ ایک واقعہ یوں پیش آیا۔ اس وقت کے گورنر غلام مصطفیٰ کھر' وزیراعلیٰ محمد حنیف رامے اور وزیر مواصلات میاں افتخار احمد تاری نے ان کی طرف چند غنڈے بھیجے' استاد جی کو مادھو لال حسینؒ کے حجرے میں لہولہان کر دیا اور استاد جی صاحب فراش ہوئے' ٹھیک ہوئے تو بم کیس بنا دیا گیا۔ مجسٹریٹ نے استاد جی سے پوچھا' "استاد جی! آپ کے کمرے سے بم برآمد ہوا ہے"۔

استاد جی نے جواب دیا "کمرے کا دروازہ چھوٹا تھا نہیں تو ٹینک برآمد ہوتا"

میں اور میرا دوست محمد آصف خان ایک دن استاد جی کی مالش کر رہے تھے کہ استاد جی روپڑے اور لبوں کو دانتوں میں لیکر زور زور سے رونے لگے۔ میں اور آصف دونوں استاد جی کو بہلانے لگے اور آپ کا دھیان باتوں باتوں میں دوسری جانب لگانے کی کوشش کرتے رہے۔ روتے روتے آپ نے کہا "میں نے سارے ہندوستان دی قید کٹی اے پر انگریزاں نے مینوں سیاسی قیدی بنایا' اپنیاں نے مینوں اخلاقی قیدی بنا دتا اے"

استاد دامن یہی غم لئے 3 دسمبر 1984ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔

طارق ملک' سمن آباد' لاہور

دودھ کو گتے کے ڈبوں میں بند کرنے کا پہلا تجربہ 1952ء میں کیا گیا

دودھ کو گتے کے ڈبوں میں بند کرنے کا پہلا تجربہ 1952ء میں کیا گیا اور دودھ کو گتے کے ڈبوں میں بند کرنے کا خیال پیش کرنے والا شخص گاڈ راوزنگ گزشتہ دنوں آٹھ ارب ڈالر کی کمپنی چھوڑ کر چل بسا۔ اس وقت مسٹر راوزنگ کی فرم جو دودھ کو ڈبوں میں بند کرتی ہے دنیا میں سب سے بڑی کمپنی ہے اور اس کی سالانہ آمدنی کا اندازہ آٹھ بلین ڈالرز لگایا گیا ہے۔ اس کی شاخیں دنیا بھر کے 165 ممالک میں قائم ہیں۔ آنجہانی راوزنگ سویڈن کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوا تھا اور اپنی ایجاد کے باعث وہ ایک وقت میں یورپ کا سب سے امیر آدمی بن گیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ خوراک کو ڈبوں میں بند کرنے کا آغاز سب سے پہلے امریکہ میں ہوا۔ اس زمانے میں راوزنگ کا والد امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ جس نے خوراک ڈبوں میں بند کرنے کے عمل کا خصوصی جائزہ لیا اور بعد ازاں سویڈن واپس آکر خوراک ڈبوں میں بند کرنے کی فیکٹری قائم کرلی۔ یہیں بعد ازاں رازنگ نے دودھ کو گتے کے ڈبوں میں بند کرنے کا پہلا کامیاب تجربہ کیا اور 1952ء میں ایک مقامی ڈیری کا دودھ ڈبوں میں بند کرکے فروخت کیا۔ اب اس فرم کے ملازمین کی تعداد 18 ہزار سے زائد ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

بقیہ - رابطہ ء عوام

جائیں مجھے بتائیں میں خود حاضر ہو جاؤں گا تاکہ بات عام آدمی تک پہنچائی جاسکے اور اسے دین کا کام سمجھ کر آخرت کے لئے اللہ کی رضا کے لئے پورے خلوص کے ساتھ کریں کسی سے غلطی ہو جاتی ہے تو درگزر کریں اور اگر درگزر نہیں کر سکتے' شکایت ہے تو باقاعدہ شکایت کا ایک نظام ہے الاخوان کا- دل میں کدورت رکھ کر اور اسے ایک چپقلش بنانے کی بجائے وہاں اس کی شکایت قائل کریں تاکہ اس کی تحقیق و تفتیش ہو جائے تو آدمی کو سرزنش کی جائے یا روکا جائے یا اگر اس نے لین دین میں آپ کی کچھ چیز دبالی ہے تو اسے کہا جائے جو ہو سکے اسکا مداوا کیا جائے تو اسے روگ نہ بننے دیں کہ آپس میں دلوں میں اختلاف کا اور گروپ بندی کا اور گروہ بندی کا سبب بنے یہ بری بات ہے-

تو بس یہ چند گزارشات تھیں اللہ آپ کا آنا جانا قبول فرمائے کل انشاءاللہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر میں بھی حاضر ہوں گا لیکن میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے صبح دس گیارہ بجے پہنچ گیا تو پھر ظہر تک عصر تک شاید وہیں رہوں گا انشاءاللہ تو باقی باتیں کل ہوں گی اب دعا کرلیں اللہ پاک ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے (آمین)-

مکتوب حضرت اللہ یار خان رح

از چکڑالہ

الدعی الخیر ناچیز اللہ یار خان

بخدمت عزیزم فقیر!

السلام علیکم! گرامی نامہ مل کر کاشف حال ہوا- یاد آوری کا شکریہ- اپنے ہر سوال کا جواب سن لیں

1- اکٹھے مل کر معمول کرنے سے زیادہ نورانیت ہوتی ہے- معمول (ذکر) میں پوری طاقت خرچ کریں کہ لطائف ٹھیک ہوں-

2- اس گمراہی و طغیانی' زنا' چوری' حرام خوری' دھوکہ بازی' قتل' جوا بازی' سود خوری' بے نمازی' شراب خوری کا ہر جگہ بازار گرم ہے- لوگوں کے دلوں سے حرام حلال کی' ماں بہن کی تمیز اٹھ چکی ہے- ان سے درندے اچھے ہیں- انسان' خصوصاً آج کل کا پاکستانی مسلمان تین چیزوں سے خالی ہو چکا ہے-

○ .... ان کا ایمان خدا اور رسول پر مکمل نہیں رہا-

○ .... رسول سے جو دلی اور روحانی تعلق تھا وہ توڑ بیٹھے ہیں-

○ .... مواخذہ اخروی کے قائل ہی نہیں رہے' بلکہ ان کے دل سے عظمت رسول ؐ' محبت رسول ؐ' اطاعت رسول ؐ نکل چکی ہے' اطاعت بغیر محبت و عظمت محال ہے' اس گمراہی کے طوفانی و طغیانی سیلاب میں بڑے بڑے دیندار بھی بہہ گئے ہیں- ہر جگہ تجارت دین کے اڈے قائم ہیں- علماء نے مساجد کو منڈی سمجھ رکھا ہے' منبر و محراب کو دوکان بنا لیا ہے- ان دکانوں میں دین خدا اور رسول کی تجارت ہوتی ہے- دنیا لی جاتی ہے دین دیا جاتا ہے' جماعتیں تجارت کی کمپنیاں ہیں- جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے وہ محض گروہ بندی کی صورت میں' رسالت ہے تو گروہ بندی کی صورت میں' یہ ہے حال علماء وقت کا- فقراء سجادہ نشینوں نے تو مدت سے اصل چیز ختم کر دی ہے- اب قوالی اور گانے بجانے پر تصوف کی بنیادیں قائم ہیں- گو تجارت بدستور جاری ہے- ان کو نہ خوف خدا ہے' نہ حیا رسول اللہ ؐ ہے کہ کل خدا کی بارگاہ میں کیا جواب دیں گے- جس چیز کا علم نہیں اس کا دعویٰ ہے محض پیٹ پروری کے لئے- اور دوکان کے چمکانے کے لئے' اللہ اکبر! عزیزی! اہل اللہ کا وجود جو دنیا سے ناپید ہو چکا ہے- عزیزی! یہ مسلمان زمانہ تمام ابلیس کا کھلونا بن چکے ہیں- ان سے کھیل رہا ہے' جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور دعوت دیتا ہے' وہ محض کسی دنیا کے طمع کے ماتحت ہوتی ہے- اس نے اسلام کا لیبل منہ پر لگایا ہوا ہے-

عزیزی! انشاء اللہ اس سلسلے میں ہیرے موتی پیدا ہوں گے' جو دین محمدی ؐ کی صحیح خدمت کریں گے- عزیزی' میں سنگ ریزے جمع کر رہا ہوں- شاید ان میں کوئی لعل یا کچھ موتی نکل آئیں-

عزیزی! میں ایک اجیر خاص ہوں- بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسول ؐ کا- فقہا کی اصطلاح میں اجیر خاص وہ ہوتا ہے جس کو مالک جس کام پر لگانا چاہے لگا لے- میں تو مجبور ہوں- یہاں مشائخ کا بحکم خدا اور رسول حکم ہوگا- وہاں ہی قیام کروں گا- مومن کا کوئی وطن خاص نہیں ہوتا- اسلام کا تخم جو زمین قبول کرے وہاں جاکر تخم ریزی کرلے- ہم کو جو حکم ہوگا وہ کروں گا' آپ بے فکر رہیں- آپ اللہ والوں کی جماعت میں شامل ہیں- اس جماعت سے بڑھ کر کوئی خدا کے ہاں مقبول جماعت نہ ہوگی' نہ ہی ہے- اگر کسی وقت غفلت نہ ہو جائے' فرائض کی سخت پابندی' نوافل پر دوام' معمول بدستور جاری رہے' توکل علی اللہ' مخلوق سے کنارہ اگر قرب ہو تو برائے نصیحت و خیر خواہی کے ہو- والسلام ...... اللہ یار خان

ہر قسم کے لیبل' ٹیگ' ڈیزائن اور کارڈ تیار کئے جاتے ہیں

اے بی سی لیبل

پروپرائیٹر- رانا امجد پریس مارکیٹ' امین پور بازار فیصل آباد فون 626724